راستی موجب رضائی خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست
(سعدی)

سایہ نہیں کیا اور زمین نے
ایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو
(حدیث شریف)

ابوذر غفاریؓ

مصنّفہٗ

اُستاد عبداللہ علائلی

مترجم فارسی

نویسندۂ جنایات تاریخی

مترجم اردو

سیّد عبّاس حسین

مطبوعہ رفیق مشین پریس کوچہ پٹیلم مچھلی کمان حیدرآباد دکن

راستی موجب رضائے خدا است کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

(سعدی)

ن نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے
اُٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو
"حدیث شریف"

ابوذر غفاریؓ

مصنفہ

استاد عبداللہ علائلی

مترجم فارسی

نویسندہ جنایات تاریخی

مترجم اُردو

سیّد عباس حسین

گلہ ہوا بھی کسی سے تو دوستانہ ہوا

(دبیر انیس مرحوم)

کتاب "تشریح و محاکمہ تاریخ آل محمدؐ" کا اردو ترجمہ کر کے میں نے دو ہزار نسخے طبع
ایک ہزار تو بطور ہدیہ کے بٹ گئے اور ایک ہزار نسخے بہ حساب فی سوا روپیہ فروخت کر کے اس قیمت
دوسری کتابوں کا ترجمہ شائع کرنا مقصود تھا جیسا کہ میں نے اسی کتاب میں لکھا ہے۔ لیکن کس قدر
تعجب کا مقام ہے کہ اس وقت تک حیدرآباد میں دو سو کتابیں بھی فروخت نہیں ہوئیں
نواب افضل علیخاں رضا کے جیسے مشہور مجالس میں جہاں ہر روز دو ہزار حضرات کا اجتماع ہو
باوجود جلی حروف میں اعلان چھپوانے کرنے کے صرف چوبیس (۲۴) کتابیں فروخت ہوئیں۔ اور
کے اجتماع شیعہ کانفرنس میں سو کتابیں بھیجی گئی تھیں مگر ایک بھی فروخت نہ ہوئی۔ دراں حا
اس زمانہ میں جبکہ کاغذ کی قیمت فی ریم چھتیس (۳۶) روپیہ تھی نو جزو کی کتاب کی قیمت سوا ر
یقیناً زیادہ نہیں ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "اس کتاب میں جو انتساب کیا گیا ہے اس سے لو
ناراض ہیں اس لئے فروخت نہیں ہوتی"

سبحان اللہ کیا کہنا اس میں کوئی شک نہیں کہ اندازہ کرنے میں مجھ سے بڑی غلط
واقعہ یہ ہے کہ مصنف "جنایات تاریخی" نے اپنی کتاب کو اسی طرح منتخب کیا ہے میں
بہت پسند کیا اور اس کا ترجمہ اردو میں کر دیا۔ انہوں نے اپنی اس کتاب جنایات ا

تیز رفتار وسائل اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں تو اسی کے ساتھ ساتھ مضـ
بھی اپنے تخیلات کو اسی قدر تیز کرنے پر مجبور رہیں۔ لکھنے والا اس فکر میں رہتا
کہ کسی طرح اپنا مقالہ اول وقت مطبع میں پہنچا دے۔ خبر نگار چاہتا ہے کہ جس
بھی ہوسکے اخبار کے کالم سیاہ کر کے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔
تو ہفتہ آہستہ ہر جگہ پھیل رہا ہے۔ مزید برآں روزمرہ کا معمولی کام ایک ذمہ
شخص کو اس پر مجبور کرتا ہے کہ جس طرح ہوسکے اس کو پورا کر دے کیونکہ اس کو جو
کی فکر لاحق رہتی ہے نہ کہ حقیقی فرائض کی انجام دہی کی۔

ان وسائل کی پیدائش سے پہلے ایک چند سطری مضمون لکھنے کے
کئی ہفتے صرف ہوتے تھے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ مطالب نہایت اعلیٰ
تحریر میں کوئی جملہ قابل اعتراض یا کوئی لفظ غلط دکھائی نہیں دیتا تھا۔

حال میں جمعیت العلماء مصر کی جانب سے ایک بیان اور دو خبریں ا
غفاری کے متعلق لندن کے "مجلہ اسلامی" اور عراق کے "الاخبار" روزانہ میں
ہوئی ہیں۔ جب ہم اس کے شائع کرنے والے علماء کے پایۂ علمی پر نظر کرتے ہوئے اس تحـ
خلاف حقیقت پاتے ہیں تو ہم کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ جس طـ
ہوسکے جواب دیکر اپنے سر سے یہ بوجھ ٹال دیں۔ اسی لئے بغیر کسی تحقیق کے
رائے دیکر سبکدوش ہوگئے۔ لیکن یہ خیال نہ کیا کہ انھوں نے جلد جلد لکھ دیا تو کـ
پڑھنے والا بھی انھیں کی پیروی کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو ایک ایک لفظ غو

شروع کرکے وزیر اعظم ایران تک سب کی بری طرح خبر لی ہے۔ ان پر یہ الزام قائم کیا گیا کہ مذہبی حیثیت سے اس میں قابل اعتراض مضامین لکھے ہیں اور کتاب ضبط کر لی گئی۔ لیکن یہ الزام سراسر غلط تھا حقیقت صرف اتنی ہی تھی کہ انہوں نے تمام امراء اور بڑے بڑے حکام کا کچا چٹھا کھولدیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے چند بددیانت اور خود غرض حکام کے سب نے اس ضبطی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ چنانچہ ضبطی کے احکام برخواست ہو گئے اور یہی کتاب چار مہینے کے قلیل عرصہ میں دو مرتبہ طبع ہوئی۔

بس ہم میں اور ایرانیوں میں یہی فرق ہے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے سب صحیح ہے۔ یعنی ہم میں یہ سب عیوب ہے جو دکھائے ہیں اور ہم کو ان کی اصلاح کر لینی چاہیئے۔ برخلاف اسکے ہم صرف لفظ "اجتماع کثیف پر" اس قدر بگڑے کہ اب اس کتاب کو ہاتھ نہ لگائیں گے درانحالیکہ خود بہتر جسم بھی اس اجتماع کیف میں شریک ہے۔

برادران مومن! ہم میں ہزاروں عیوب موجود ہیں اور وہی ہمارا سچا دوست ہے جو ہمکو ہمارے عیوب سے آگاہ کرے۔ اگر کہنے والے کی نیت بری ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اس اجتماع ایک فرد کیوں بتلاتا۔

آپ ایک معمولی لفظ پر اس قدر برہم ہو گئے وہ بھی سن کر اگر پڑھ کر فرماتے تو مجھے خوشی ہوتی کہ ایک کتاب کی قیمت تو وصول ہو گئی۔ لیکن کبھی اس پر بھی غور فرمایا کہ اس نے ایک ہزار جلدیں جو مفت تقسیم کیں کیا ہم کو بھی اس ایثار میں حصہ لینا چاہیئے۔ اگر مجھے فائدہ مدنظر ہوتا تو فی جلد دس بارہ آنے قیمت معین کر کے اپنی پوری رقم وصول کر لیتا۔

آج اگر آپ ایران جا کر ملاحظہ فرمائیں گے تو بظاہر آپ کو سب بے دین نظر آئیں گے

پڑے گا تو اس وقت اُن کے ان سطحی آرا کا کیا حشر ہوگا۔ کیونکہ اس طرح
لکھنے والے کی نظر میں مصنف کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی بھی بہت سنگین ہو جاتی ہے۔

اب آپ اس خبر کو ملاحظہ فرمائیے جو بغداد کے روزنامہ "الاخبار" شمارہ
نمبر (۲۵) مورخہ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ اس سرخی سے شائع ہوئی ہے "مصر کے
علماء اور کتاب سوشیالزم قاہرہ "۸ آزر" مصر کے بڑے علماء نے کتاب
سوشیالزم اور اسلام کی بابت جو حال میں شائع ہوئی ہے یہ رائے دی ہے کہ
اس کتاب کے مولف نے ابوذر کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا کہ انھوں نے ابوذر کے
سوشیالزم کو دین اسلام کا مسلمہ قانون سمجھا"

جمعیت العلماء نے لندن کے مجلۂ اسلامی میں بھی اپنا یہ بیان شائع
کیا ہے اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ "کتاب اسلام و سوشیالزم" کے مقررہ
اصول اُس کی عام دینی تعلیم سے مطابقت نہیں ہوتی جو مولف کتاب کے
پیش نظر تھے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کا شائع کرنا کسی طرح مناسب نہ تھا مگر یہ کہ
اس کی اشاعت سے اسلامی احکام کو ناقص اور بے خبر و سست ایمان والے
مسلمانوں کو گمراہی میں ڈال دیا جائے"۔ یہاں تک مطلب ٹھیک ہے اور اس پر
کسی اعتراض کا موقع نہیں گو میں نے اس کتاب کے مصنف کو دیکھا نہیں
لیکن اگر اس نے یہ بیہودہ دعویٰ کیا ہے تو چاہیئے کہ اس کا سخت تدارک
کیا جائے۔ یہاں سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ واجب الاحترام علمائے

لیکن میں دعوی سے کہتا ہوں کہ آج بھی ایرانیوں میں دین و مذہب کا جس قدر جوش ہے کہیں
آئیگا۔ اسوقت بھی خمس۔ زکوٰۃ۔ سہم امام۔ اور ردِ مظالم کی رقوم علماء کی خدمت
گذرانے جاتے ہیں اور مقامات مقدسہ کی تعمیر میں جو لاکھوں روپے صرف ہوئے یا ہو رہے
یہ سب ایرانیوں کا ہی حصّہ ہے۔

باوجودیکہ مصنف "جنایات تاریخی" نے انکو بہت ہی سخت و سُست لکھا تھا لیکن
روشنی میں مذہب کی حقیقت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اپنی برائیوں سے واقف ہو کر ان کی اصلاح
لازمہ بشری ہے اور مصنف کی دینی خدمت کی قدر کرنا فریضہ ہے۔ چنانچہ صرف چار ماہ کے
وہی کتاب چھپی اور اب اس کی تیسری جلد بھی شائع ہونا ہے۔

مجھے ہرگز اس کی شکایت نہیں ہے کہ آپنے کتاب نہیں خریدی اور نہ اس کا افسوس ہے کہ آپ نے
کی قدر نہ کی بلکہ آپ سے میرا دوستانہ گلہ صرف اتنا ہی ہے کہ آپنے اس پر مطلق غور نہ فرمایا کہ میں کیا خدمت
دے رہا ہوں محض اتنی خدمت کو پیش نظر رکھ کر آپ میری مدد کرتے کہ میں یہ سلسلہ جاری رکھ سکوں
مسلمان آپس میں متحد ہو جائیں یا کم از کم باہمی منافرت دور ہو جائے تو یہ کوئی معمولی خدمت
اور یہ اسوقت تک ممکن نہیں ہے کہ میں اپنا یہ سلسلہ جاری رکھوں۔ اور خدا گواہ ہے کہ مجھے
مطلوب ہے نہ ذاتی فائدہ اور نہ مذہبی مناظرہ۔ مجھ میں اتنی سکت تو نہیں ہے کہ
روپے صرف کرنے کے بعد پھر دوسری کتاب شائع کرسکوں۔ خدا انکی توفیقات میں اضافہ
جنھوں نے میری غیر معمولی مدد کی اور اسی کی بدولت میں یہ دوسری کتاب شائع کر
چونکہ ان حضرات نے مجھے منع کیا ہے کہ میں انکے نام شائع نہ کروں اس لئے ان کے اسمائے گرامی نہ بتلانے

ازہر کا وہ جملہ ہے جو اس بیان کے ختم پر انھوں نے لکھا ہے۔

مجلۂ اسلامی کے مدیر نے لکھا ہے کہ "وزارت مصر نے اس کتاب کو عا
شیخ اعظم جامعۂ ازہر کے پاس بھیج کر اُن سے خواہش کی کہ "علمائے ازہر اس کتا
بارے میں اپنے آراء ظاہر فرمائیں"۔ شیخ جامعہ نے اس کتاب کو ایک خصوصی
کے حوالہ کیا۔ اُس جماعت نے کافی مطالعہ کے بعد حسب ذیل بیان دیا ہے۔

"ہر شخص کی ملکیت کا احترام کرنا اسلام کا اصولی مسئلہ ہے (صحیح
اور اسلام ہر اُس مسلمان سے امید کرتا ہے کہ جو اپنی خواہش اور رغبت
اپنی ثروت کا کچھ حصہ عام مصارف میں خرچ کرے (صحیح ہے) لیکن اپنے مصا
میں بھی اسراف کو ملحوظ رکھنا چاہیے (صحیح ہے) اپنے مواخذہ کے لئے یہ دونوں
(یعنی آئندہ کا تحفظ اور عام مصالح کا خیال) مدنظر ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر چا
نہیں ہے اور اسی طرح انصاف بحال و برقرار رہ سکتا ہے (صحیح ہے) اب یہ
قابل غور ہے "لیکن ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ اُس کے اور اُس کے اہل و ع
کے خرچ سے جس قدر بچ جائے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ خدا کی راہ میں
ہم نہیں جانتے کہ پیغمبرؐ کے اصحاب میں کسی نے اُن کے اس نظریہ پر عمل کیا ہو لہٰ
کا یہ کلیہ علماء و عقلاء اسلام کے نقد و تبصرہ کا محتاج ہے۔ ایسی صورت میں
بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ابوذر نے اپنی رائے میں غلطی کی اور جب ہم کہ
ہو گیا کہ اُن کا یہ نظریہ خلاف واقع تھا اور احکام اسلام (قرآن و حدیث

سے اس کی مطابقت نہیں ہوتی تو اس کی پیروی نہ کرنا چاہیئے"۔ ایک بار پھر ان
آخری جملوں کو پڑھ کر ذہن نشین کر لیجئے تاکہ ابوذر کا مدعا اور اس کی حقیقت
آپ پر روشن ہو جائے۔ جمعیت علماء نے ابوذر پر جو اتہام لگایا ہے اس کی معمولی
وجہ یہ ہے کہ محض اخبار کے کالم پورے کرنے کے لئے۔ بغیر سوچے سمجھے ایسا غیر منصفانہ
فیصلہ صادر کر دیا لیکن افسوس ہے کہ کہیں یہ تساہل جامعہ کی چند صد سالہ
شہرت کو داغدار نہ کر دے۔

مجھے یاد ہے کہ نجف اشرف کی مشہور درسگاہ کے ایک عالم نے
فرمایا تھا کہ "امام جماعت کیلئے یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھے روزہ رکھے
اور فلاں فلاں گناہ نہ کرے تب وہ عادل سمجھا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ وہی
پیش نماز عادل ہے۔ جو آدمی کو قتل نہ کرے یعنی اپنے شخصی فائدہ کے لئے دوسرے کو
متہم نہ کرے"۔ کیا خدانخواستہ ازہر کے علماء بھی مذہب کے ہاتھ میں آگئے اور اپنے
اسلاف کے عمل کو مٹانے کی خاطر ابوذر کو تشیع کے جرم میں قتل کر رہے ہیں اور اس
گناہ پر کہ وہ مرد بزرگ دوسروں کے مقابلہ میں علی ابن ابی طالب (ع) کو خلافت
اور پیغمبر (ص) کی جانشینی کے لائق جانتا تھا۔ بے دینی اور دیوانگی کا داغ اُنپر لگایا جا رہا ہے۔
کیا ابوذر وہی منتخب صحابی رسول نہیں ہیں جن کے حق میں پیغمبر اکرم (ص) نے
فرمایا تھا کہ "آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے پرورش نہیں کی
جو ابوذر سے بہتر ہو"۔ میں اس کو قبول کرتا ہوں کہ ابوذر دولت مند طبقہ کے مقابلہ کیلئے

کھڑے ہوئے۔ اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ یہ کہتے تھے کہ " اپنے اور اپنے ا
وعیال کے معمولی اخراجات کے بعد جو بچ رہے خدا کی راہ میں دیدو" بے شک ابوذ
ایسا ہی کیا اور کہا اور آپ بھی اس کتاب میں اُن کا یہی قول جا بجا پڑھیں گے لیکن
ہوتا کہ محترم شیخ جامعہ اور انجمن کے علماء اس پر بھی غور کرتے کہ اس دعوی میں ابوذر
مدمقابل کون تھا اور اُن کا یہ خطاب کن اشخاص سے ہے۔ کیا ابوذر کے مقابلہ
تجار یا صناع تھے اور یہ مال کیسا تھا جو ابوذر کے عقیدہ میں خدا کی راہ میں صرف
ہونا چاہیئے۔

عثمانؓ۔ یعلی ابن امیہ۔ مروان ابن حکم۔ عبدالرحمن ابن عوف۔ طلحہ۔ زبیر۔ عبدالر
زہری۔ زید ابن ثابت۔ جو ابوذر کے زمانہ میں لکھپتی بن گئے تھے آخر یہ دولت اُن
یہاں کیسے آگئی۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں اس طرح بس
کر رہے تھے کہ آسمان لحاف اور زمین ان کا بستر تھی اور بعض تو نان شبینہ کے لئے محتاج
تھے۔ پھر اتنی کم مدت میں اس قدر دولت ان کے پاس کیسے جمع ہوگئی کیا انھوں
تجارتی کمپنی قائم کی تھی یا دفینہ ملا تھا یا اُن پر آسمان سے سونے چاندی کی بارش
ہوئی تھی یا کسی نے اُن کو یہ مال بخشدیا تھا۔ مجھے شبہ ہوگیا۔ ہاں کسی نے یہ دول
اُن کو ضرور بخشی تھی اور وہ عثمانؓ تھے لیکن اپنے جیب فتوت سے نہیں بلکہ مسلمانوں
بیت المال سے۔ جو آیات قرآنی۔ احادیث نبوی اور سیرت شیخین کے موافق قاب
تقسیم تھی۔ مسلمانوں کے بیت المال میں مال غنیمت جو لڑائی کی لوٹ میں مسلمانوں ک

ہاتھ آئے اُن زمینات کی مالگزاری جو جنگ میں حاصل ہو اور مسلمانوں کی ملک قرار
دی گئی ہو۔ زکوٰۃ۔ خدا۔ رسول۔ اور۔ ذوی القربیٰ کا حصہ (خمس) جمع ہوتا ہے۔
سب حسب احکام قرآن ایک معینہ طریقہ سے تقسیم ہونا چاہیئے۔ مثلاً۔ فقراء۔ غرباء۔
نادار۔ مسافر۔ یتیم۔ لڑنے والے سپاہی۔ جنگ کے ہتھیار اور ضروری مصارف جنگ
بھی مال سے ادا ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی زمینات خالصہ سے جو غلہ
آتا تھا وہ بھی کسی خاص گروہ یا فرقہ سے متعلق نہ تھا بلکہ تمام مسلمان اُس میں
برابر کے شریک تھے اور ہر ایک کو اُس کے مصارف کے مطابق دیا جاتا تھا۔ کسی کو حق
نہ تھا کہ قوت اور جبر سے دوسروں کا مال غصب کرکے خود اپنے یا اپنی اولاد کے لئے جمع
کرے۔ کیونکہ ذخیرہ کرنا یا دوسروں کے مال پر غاصبانہ تصرف کرنا حرام تھا۔

ابوذر نے عبدالرحمن ابن عوف کے اموال کے متعلق یہی سوال کعب الاحبار سے
کیا تھا۔ انہوں نے کعب الاحبار سے پوچھا تھا کہ بتلاؤ یہ مال عبدالرحمن ابن عوف کے یہاں کہاں
سے آیا کہ کیا زمین سے دفینہ ملا ہے یا آسمان سے اُن کے سر پر برسا؟"

شیخ الازہر اور جمعیت العلماء کا بیان ہے کہ "اس عقیدہ میں ابوذر سے کوئی
متفق نہ تھا۔" درآں حالیکہ ابوذر کا تو یہ دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کے بیت المال سے
اپنے معمولی مصارف سے زیادہ لینا حرام ہے اور ان کا یہ دعویٰ قرآن کے آسمانی آیات
سے بالکل مطابق ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ "ان الذین یاکلون اموال
الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا"

(ترجمہ) جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتے مگر آگ اور بہت جلد
آگ میں ڈالے جائیں گے۔ کیا اس مال میں یتیم شریک نہ تھے۔ دوسرے مقام پر
ارشاد ہوتا ہے۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (ترجمہ)
"تم ایک دوسرے کا مال دھوکہ سے نہ کھالو" کیا عبدالرحمن بن عوف اور نبی ا
نے مسلمانوں کا مال دھوکہ سے لے کر جمع نہیں کیا۔

معاویہ نے جب سبز محل بنوایا تو ابوذر نے پوچھا۔ "تم نے یہ محل اپنے مال سے
بنوایا ہے یا مسلمانوں کے مال سے۔ اگر اپنی ذاتی رقم سے تعمیر کیا تو اسراف کیا۔ خدا
فرماتا ہے۔ "ان اللہ لایحب المسرفین"۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد
ہوتا ہے۔ "ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین"۔ اور اگر مسلمانوں
کے مال سے بنوایا ہے تو تم نے خیانت کی"۔ دنیا جانتی ہے کہ معاویہ نے یہ محل ابوسفیان کے
متروکہ سے بنوایا تھا یا غرباء و فقراء کے حصہ کی رقم سے؟!

بے شک معاویہ نے مسلمانوں کے بیت المال کو تاراج کر دیا اور اپنی چوری
اور تباہ کاری کو چھپانے کے لئے کہتا تھا کہ "یہ خدا کا مال ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں"
مجھے ایک شخص کا واقعہ یاد ہے کہ اُس کو ایک شخص نے حرم حسین ابن علی میں شمعیں
جلانے کے لئے کچھ رقم دی اُس نے وہ رقم صرف کر لی۔ میں نے کہا۔ "دوست تم
سے یہ وعدہ تو نہ تھا۔ اس نے کہا "کیا میں امام حسینؑ کو دوست نہیں رکھتا" میں
نے کہا کیوں نہیں۔ اُس نے کہا "تم کہتے ہو کہ "امام حسینؑ کو دوست رکھنے والے

دل میں اُن حضرت کی قبر ہے" میں نے کہا "ہاں ضرور ہے" اُس نے کہا "جب میرا دل روشن ہوگیا تو اُن حضرت کی قبر بھی روشن ہوگئی"۔ لہٰذا معاویہ کی عوام فریبی کی داستان بھی اسی قسم کی ہے۔ وہ ابوذر سے کہتا ہے کہ "رقم خدا کی ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں" کس قدر مناسب ہوتا کہ شیخ ازہر بجائے دوسرے علماء کو حوالہ کرنے کے خود ملاحظہ فرماتے کیونکہ ان علماء کی جلد بازی سے اتنا بڑا شبہہ پیدا ہوگیا۔

ہماری اس مختصر سی توجیہہ سے کم از کم اتنا تو معلوم ہوگیا کہ ابوذر کا عقیدہ علماء و عقلائے اسلام کے خلاف نہیں تھا بلکہ بالکل قرآن کے مطابق اور ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؑ کی سیرت کے موافق تھا۔ مگر یہ کہ شیخ ازہر نے عثمانؓ کے ہوا خواہوں اور اہلِ قرابت ہی کو علماء و عقلائے اسلام سمجھا ہو۔ میں نے شیخ ازہر کو اس کے متعلق تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جواب آنے کے بعد آپ حضرات کی اطلاع کیلئے ضرور شائع کرونگا۔

کیا معاویہ اور عثمانؓ سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ جس نے نہی عن المنکر برائیوں سے بچانے کے لئے ان سے مقابلہ کیا ہو کیوں اُن کو اس بری طرح متہم کیا گیا اور اُن پر اشتراکیت کا الزام لگا کر اُن کی توہین میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ اگر خدا نخواستہ جامعۂ ازہر کا خزانہ دار جامعہ کے اساتذہ اور طلباء کے مصارف ادا نہ کرکے خود وہ رقم خرچ کرلے تو کیا صدر جامعہ خزانہ دار کو ذمہ دار قرار دیں گے یا طلبہ پر اشتراکیت کا الزام عائد کرکے اُن کو سزا دیں گے۔

جبکہ ابوذرؓ اپنے مقام تبعید یعنی "ربذہ" سے عثمانؓ کے پاس آئے اور خدمت کے لئے ایک خادم اور قوت بسری کے لئے چند بھیڑ بکریاں مانگیں اُس وقت حبیب ابن مسلمہ نے چاہا کہ ایک ہزار درہم اور پانسو بھیڑ بکریاں اور ایک خادم ابوذر کو دے۔ ابوذر کے بلند حوصلے اور عالی ہمتی نے اجازت نہ دی کہ ایسے شخص کے احسان کا بار اٹھائیں جس نے مسلمانوں کے بیت المال سے یہ دولت غصب کی ہے۔ جواب میں کہا کہ تم یہ رقم۔ بکریاں۔ اور خادم اُس کو دو جو اس کا مستحق ہو۔ میں بہ حیثیت ایک فرد مسلم کے اپنا حصہ بیت المال مسلمین سے طلب کر رہا ہوں"۔

کس قدر بے انصافی ہو گی کہ محض مذہبی عصبیت کی وجہ سے اسلام کے ایسے بلند حوصلہ اور سچے فدائی کی روح کو متہم اور ناراض کیا جائے۔

جمعیت علمائے ازہر اور بغداد کے روزنامہ "الاخبار" کی اس خبر نے مجھے مجبور کیا کہ ابوذر کی ذات سے اس تہمت کو مٹانے کے لئے اپنا یہ آٹھواں نشریہ انہیں سے مخصوص کر کے شائع کروں۔ علمائے شیعہ نے ابوذر کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے لیکن میں نے ان کی کسی کتاب کا ترجمہ کیا اور نہ کوئی مستقل کتاب لکھی بلکہ اس کتاب کا ترجمہ کرنا ہی مناسب سمجھا جو ایک سنی عالم کی لکھی ہوئی ہے۔ تاریخی حیثیت سے یہ کتاب چنداں خصوصیت نہیں رکھتی۔ گو مصنف نے ابوذر کے حالات کی کافی تشریح کی ہے جو ہمارا عین مقصد ہے۔ باوجود اس کے بعض مقامات پر شبہات پیدا ہوتے ہیں جن کے متعلق میں نے ترجمہ میں اشارات کر دیے ہیں۔ مدرسہ عالیہ سپہ سالار کے نائب متولی آقای آقا

ظہیر الاسلام کا متشکر ہوں کہ اُنھوں نے یہ کتاب مجھے مرحمت فرما کر اُس کے ترجمہ کی جرأت دلائی۔ میں اس ترجمہ کو اسلام کے مجاہد اعظم اور رسول اللہؐ کے ممتاز صحابی ابوذر غفاری کی زندہ جاوید روح کی نذر کرتا ہوں۔

اس مقدمہ کے ختم پر یہ جملہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس کتاب کے مولف نے اپنے معتقدات کی بنا پر بعض نام آداب و القاب کے ساتھ اور بعض بغیر لقب کے لکھے ہیں مثلاً عثمانؓ کے نام کے ساتھ "امیر المومنین" اور فرزندان رسولؐ کے نام بغیر آداب القاب کے صرف "حسنؑ اور حسینؑ" لکھے ہیں۔ میں نے ترجمہ کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی جانب سے ایک لفظ بھی کم زائد نہیں کیا۔ یہ اس لئے لکھ رہا ہوں کہ گمنام خطوط بھیجنے والے حضرات تکلیف گوارہ نہ فرمائیں۔ چنانچہ مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ موسیٰ جار اللہ نے پانچویں اور چھٹے امام کا نام اگر بغیر القاب کے لکھا تھا تو آپ نے اپنی کتاب "جفایات تاریخی" میں لکھا ہے علی کہاں ہیں" اُن کا جواب یہ ہے کہ "میں نے یہاں بھی "طبری" کے عین الفاظ کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ دونوں مورخ سنی ہیں مترجم کو حق نہیں ہے کہ اپنی جانب سے ایک لفظ بھی کم و زائد کرے"!

ایک اور واجب الاحترام ہستی نے سوال کیا ہے کہ "آپ دین کے پیرایہ میں تجارت کرتے ہیں" یعنی کتاب جفایات تاریخی جو (۱۱۰) صفحات کی کتاب ہے (۲۰) ریال میں فروخت ہو رہی ہے جو بہت زیادہ ہے"۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بزرگ نے کتاب کے ٹائیٹل کا آخری صفحہ ملاحظہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ فرمائی

جس پر نہایت جلی حروف سے لکھا ہے "از نشریات کتاب فروشی حافظ" جس سے صاف
ظاہر ہے کہ اس کا تعلق کتب خانہ حافظ سے ہے نہ کہ کتاب کے مصنف سے ۔ ہاں مطبع اور
اور کتب خانہ کے مالک نے اس ترجمہ کے صلہ میں چند جلد کتابیں مجھے دیں ۔ میں نے بعض
مخصوص اور بعض ایسے احباب کو مفت دیدیں کہ وہ میری محنت کی قدر کرکے مجھے اور شوق دلا
پس یہ ہے میری تجارت کا نتیجہ ۔ اور بقول بعض حضرات کے "کتاب جفایات تاریخی لکھنے
مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے اُن عیوب کو ظاہر کریں جو اب تک اپنے بغل میں چھپائے ہوئے تھے

مقدمہ اُستاد علائلی کے قلم سے

دنیا میں ایک جماعت کو دوسری جماعت سے روابط ہی قریب کرتے ہیں
اور انھیں روابط کی وجہ سے کچھ ایسے باہمی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں کہ جن کا مقصد
دوستی ہوتا ہے اور نہ دشمنی ۔ کبھی جوش و خروش کے عالم میں اور کبھی سکوت و خاموشی کی
میں ہم اس طرح محسوس کرتے ہیں کہ یہ تعلقات اپنے ہم عصر یا ہم عمر اشخاص تک ہی محدود
نہیں بلکہ اکثر ایسی جماعت سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں یا ہم خود پیدا کر لیتے ہیں جن
زندگی خاموشی اور سکوت کے ساتھ بسر ہو رہی ہے ۔ اور کبھی ایسی جماعت سے
کہ جس کا ہر فرد اپنی کتاب زندگی کا افسانہ دوہرا رہا ہے ۔ اکثر ایسا بھی ہوتا

ارتباط کے اسی سلسلہ سے ہم زندگی کے ایسے مرحلہ میں داخل ہو جاتے ہیں جو نہایت کشمکش سرکشی اور خون ریزی کا دور ہوتا ہے۔ اور کبھی یہی ارتباط ہمکو زندگی کے ایسے مختلف ادوار میں پہنچا دیتا ہے گویا ہم بالکل سکوت اور جمود کے عالم میں تاریخ کے بدلتے ہوئے دور کے اس نقطہ پر کھڑے ہیں جہاں سے تاریخ اپنا پچھلا سبق دوھرانے والی ہے۔ یہ دو مناظر انسان کی نظر میں اس طرح مجسم ہو جاتے ہیں جیسے وہ حد فاصل کے نقطۂ استواء پر کھڑا ہے کہ اگر ایک جانب ذرا بھی جھک جائے تو دوسری جانب کا منظر آنکھوں سے اوجھل یا بالکل محو ہو جائے گا۔ جب میں نے اس زندگی کے اسباب تلاش کئے تو اس کا بہترین نمونہ ابوذر کی زندگی کو پایا۔ انھیں کی ایسی شخصیت ہے کہ جس سے ہم محبت کریں۔ یہی وہ ذات ہے کہ اس فاسد۔ پر آشوب۔ اور بدعملی کے زمانہ میں سکون اور بردباری کا مجسمہ ثابت ہوئی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی بزرگ ہستی کا تصور میرے ذہن میں آیا ہو اور ابوذر کی شخصیت میری نظر میں مجسم نہ ہو گئی ہو۔ بلکہ بعض اوقات میرے تخیل کی پرواز اس سے بھی بہت بلند ہو جاتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسانیت کی اعلا روح اپنے تمام کمالات ایک موجود ہستی کو لبطور امانت کے سونپ دیتی ہے اور وہی (روح) اپنی نظر اس ہستی پر جما کر اس کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ "یہی وہ انسان کامل ہے کہ جس نے اپنی ہستی کا راز پا لیا"۔ ابوذر نے ایسا رنگ اختیار کیا جو از سرتاپا حقیقت میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں ہرگز یہ نہ کہونگا کہ "ابوذر نور مجسم تھے" نہ یہ کہونگا کہ "ان کا جثہ اتنا بڑا

تھا کہ کرۂ زمین پر ان کی گنجائش نہ تھی" اور نہ یہ کہوں گا کہ ابوذر کے فرائض زندگی اوروں سے بہت زیادہ تھے" البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ" وہ زندگی کے رموز خوب سمجھ گئے تھے۔ اُن کی زندگی فطری اور طبعی تھی اسی کے موافق انھوں نے بسر کی۔ ابوذر نے تنہائی میں بسر کی باوجود اس کے کسی کا دست نجس اُن کے پاک دامن کو چھو نہ سکا" ایسی زندگی کی آرزو کرنے والے جواب ہی میں اس کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ تاریخ اور افسانہ میں کیا فرق ہے۔ تاریخ زندوں کے حالات بتلاتی ہے اور افسانہ" چاہے وہ کوئی افسانہ ہو" خود ایک بے جان میں روح حیات پھونک دیتا ہے۔ اس فرق کو ملحوظ رکھ کر ہم چاہتے ہیں کہ اُن زندۂ جاوید ہستیوں سے آپ کا تعارف کرائیں جو اس روح کے کامل نمونے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلادیں کہ یہی زندگی کے رموز الہام کے منبع۔ اور درخشندگی کے مخزن تھے۔ اسی لحاظ سے ابوذر کی داستان ہم بطور افسانہ کے بیان کریں گے کیونکہ تاریخ میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

ابوذر نے بہت سختیاں جھیلیں۔ وہ اس عمارت کے لئے مضبوط اینٹیں تلاش کر رہے تھے جس میں اوروں کے ساتھ وہ بھی سکونت پذیر تھے۔ لیکن ان کے ساتھی سنگ تراشوں نے محسوس کرلیا کہ ابوذر کے مقابلہ میں ان کی اینٹیں بودی ہیں اس لئے اپنی ندامت مٹانے کے لئے چاروں طرف سے ابوذر کا راستہ روک دیا۔ ابوذر نے ان سے شکست کھائی مگر آنے والے دن (قیامت) کا نقشہ ان کے سامنے

رکھ کر ابوذر چل دیئے۔

مجھے جب کبھی ابوذر کا خیال آتا ہے تو ایک اور شکل میری نظروں میں پھر جاتی ہے۔ نہ معلوم ابوذر اور (ڈیوثرن) میں کیا ارتباط ہے۔ مجھے ان دونوں میں کوئی معنوی ربط ضرور محسوس ہوتا ہے۔ ممکن ہے یہ وہی ربط ہو جس سے میں نے اس مقدمہ کی ابتداء کی ہے۔ یہ ایسی معنویت ہے جیسے ایک ہی کنوئیں میں کئی جھرے مل جاتے ہیں۔ یا یہ کہ ابوذر اور ڈیوثرن دونوں ایک ہی پیالے سے مست و سرشار تھے۔ ہاں فرق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈیوثرن عالم مستی میں خواب راحت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور ابوذر کو اس سے مسرت حاصل ہو رہی تھی کہ عالم سرشاری میں مستانہ نعرے لگاتے ہوئے دنیا کو آگاہ کر دیں کہ "میں نے اس سراب کے دوسرے کنارے پر آبی پرند دیکھے ہیں"۔

جب میں ابوذر کی معنوی بزرگی یا ان کے معنوی اعمال پر نظر کرتا ہوں جن کی وجہ سے اُن کو فضیلت حاصل ہوئی تو میرے ذہن میں ڈیوثرن کا تصور آ جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ابھی اس مولود کا نطفہ بھی منعقد نہیں ہوا ہے۔ اور ابوذر چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ "عنقریب یہ مولود عالم وجود میں آ رہا ہے"۔

ڈیوثرن مدنیت کے لباس میں لپٹا ہوا تھا۔ اور ابوذر ناقابل برداشت تشنگی کے عالم میں صحرا اور بیابان کے مالک تھے۔ صحرا بھی وہ صحرا جو اطمینان سے لبریز۔ سکوت سے منظم۔ اور طوفان سے مملو ہو۔ جیسا کہ ان کے ایمان۔ جہاد۔ اور

راہ پر لگا دے۔

میں جب ابوذر کی شخصیت کا مطالعہ اور اُن کے حالات پر غور کرتا ہوں تو ایک تو اُن کی یہ شکل میری نظر میں آجاتی ہے کہ ایک خمیدہ پشت بوڑھا میرے سامنے کھڑا ہے جس کے رخسار اور پیشانی پر جھریاں پڑی ہوئی ہیں اور اُس کے گلے سے فریاد نکل رہی ہے۔

مکتب آزادی کا وہ استاد جسنے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے اس قدر صدمات برداشت کئے "وہ چاہتا تھا کہ اپنا یہ پیغام کسی طرح مختلف اقوام و ملل تک پہنچا کر ان سے کہدے کہ "آزادی کے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ پرچم آزادی مختلف اقوام و ملل اور مختلف ادوار میں لہرا رہا ہے" وہ کہتا ہے کہ "آزادی کی پکار جو ابتداء میں عاشقانہ تھی ہمیشہ باقی رہے گی اور کبھی منقطع نہ ہوگی۔ میں جماعت عربی کو ابوذر سے روشناس کرنے کے لئے کہتا ہوں کہ حق پر ایمان۔ جرات۔ شجاعت۔ ثبات قدم۔ اور۔ استقامت، ایسی گم شدہ حقیقت ہے کہ جس کی تلاش میں تھا۔ اس کتاب میں اُس کی جھلک موجود ہے۔

سچ کہتا ہوں کہ اس کتاب نے مجھے جرأت دلائی ہے کہ اپنی قدر و قیمت سمجھوں۔ میں نے وہ کام کیا ہے کہ اب میری قدر و قیمت زمان و زمانیات سے گذر کر ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی۔

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی شخصیت سے کیا کچھ بنا سکتے ہیں وہ اپنی زندگی کو ایک ایسے زمانہ کی طرف لے جا رہے ہیں جس کو فنا نہیں ہے اور جو نہیں سمجھتے اُن کی

یہ سن کر حرب بن امیہ کو غصہ آگیا اور کہا یہ اس منحوس کمبخت زمانہ کا انقلاب ہے کہ تمہارے ایسا شخص اس معاملہ میں پنچ بنادیا گیا۔ غرض فیصلہ کے مطابق حرب کو یہ جرمانہ ادا کرنا پڑا کہ اس نے ۱۰۰ اونٹنیاں جناب عبدالمطلب کو دیں۔ آپ نے وہ سب اس مقتول یہودی کے چچا زاد بھائی کے حوالے کردیں اور اس یہودی کا کھویا ہوا سب مال بھی واپس مل گیا سوا چند چیزوں کے جو کسی طرح دستیاب نہیں ہوسکیں تو عبدالمطلب نے اپنے مال سے ان چیزوں کا تاوان بھی ادا کردیا۔ (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۶)

دوسری فصل

بنی اُمیہ اور ایذا رسانی پیغمبرؐ

جب آفتاب اسلام مکہ کی سرزمین پر طالع ہوا اور اس کی کرنوں سے حجاز کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا تو بنی امیہ نے اِس نورِ خدا کو بجھانے میں اپنی پوری قوت و طاقت صرف کردی، پہلے تو انھوں نے خود حضرت ختمی مرتبتؐ کو نشانہ بنایا اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں کبھی انفرادی طور پر کبھی اجتماعی حیثیت سے۔

بنی اُمیہ اور انھیں جیسے مشرکین نے پیغمبر کو اذیّت دینے کے نت نئے اور ذلیل سے ذلیل طریقے ایجاد کئے۔ انھوں نے نضر بن حرث اور عقبہ بن ابی معیط کو احبار یہود کے پاس بھیجا کہ وہ مجتمع ہوکر آئیں اور پیغمبرؐ کے دعوائے نبوت کو غلط

ثابت کریں۔ عبداللہ ابن ابی ربیعہ، عمرو بن عاص کو حبشہ کی طرف روانہ کیا کہ نجاشی سے کہہ سن کر ان مسلمانوں کو جو مشرکین کی اذیّتوں سے تنگ آکر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے وہاں سے نکلوادیں جو بےکس و بےیار مسلمان تھے انھیں جانکاہ اذیتیں پہنچائیں۔ جیسے بلال بن رباح مؤذّن رسول، عمار بن یاسر اور ان کے والدین، خباب بن ارت، صہیب بن سنان رومی، عامر بن فہیر، ابی فکیہ، لبیبہ کنیز بنی نوفل بن حبیب بن عدی بن کعب، زنیرہ، نہدیہ ام عبیس اور دیگر صحابہ و صحابیات۔

اسلام لانے والوں کو مبتلائے عذاب کرنا یہ بھی پیغمبرؐ کو اذیت پہنچانے کا ایک طریقہ تھا۔ جب بنی امیہ نے اندازہ کیا کہ مسلمانوں کو جتنی بھی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں وہ اسلام میں اور راسخ ہوتے جارہے ہیں اور پیغمبر اپنے مشن کی تبلیغ میں اسی طرح سرگرم ہیں تو ان کے سرداروں نے سوچا کہ پیغمبر کی سرگرمیاں دوسرے طریقوں سے روکی جائیں چنانچہ عتبہ و شیبہ فرزندانِ ربیعہ بن عبدشمس، ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ، پر مشتمل ایک وفد ابوطالب کے پاس آیا اور اُن سے درخواست کی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے معبودوں کو بُرا کہنے سے روک دیں مگر ابوطالب نے اُن کی شکایتوں پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ اپنے بھتیجے کا دل اور قوی کر دیا۔ فریضۂ رسالت کی ادائیگی پر اور ان کی ہمت افزائی کی۔

اس تدبیر کی ناکامی پر بنی اُمیہ نے ایذا رسانیٔ رسول کی ایک نئی تدبیر سوچی۔ پیغمبرؐ کی خدمت میں آنے جانے والوں سے کہنے لگے کہ رسول اللہ جادوگر ہیں، دیوانے ہیں۔ غرض یہ تھی کہ اس طرح دائرۂ ایمان وسیع نہ ہونے پائے

مجبور رہے۔ اُن کو بھی دماغوں سے ہٹا دیا جائے گا۔

ٹھیک اس موقع پر دو جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف
آرا ہو گئیں اور دونوں میں جنگ چھڑ گئی تھی۔ ایک وہ قدیم جماعت تھی جس میں ہر
فساد پیدا ہو کر اُن کے قدیم اور بوسیدہ نظم کو بکھیر دیا تھا۔

اور دوسری جانب نوجوانوں کی ایک تازہ دم جماعت نے
نحبت سب کو ایک مسلک پر جمع کر رہی تھی اور جن کی رگوں میں تازہ خون جوش
اسی موقع پر جب کہ گرمی کا موسم تھا ایک شخص بلند و بالا۔ دبلا۔ پتلا
رنگ۔ پچکے ہوئے گال۔ سر پر عمامہ۔ اپنا چھریرا بدن عبا میں چھپائے ہوئے
میں داخل ہوا۔ اور خاموشی کے ساتھ بازاروں اور گلیوں میں پھرنے لگا۔

یہ شخص اس لئے خاموش تھا کہ وہ اس شہر میں مسافر اور کسی جگہ سے
نہ تھا لیکن گو رہی نظروں سے ہر ایک کو دیکھتا اور اُن کی گفتگو سن رہا تھا۔ کبھی
ارادہ کرتا کہ اب جو شخص میرے پاس سے گزرے گا اُس سے اپنے دل کی بات پوچھوں
نہ معلوم کیوں نہیں پوچھ رہا تھا۔ شاید اُس کو منظور نہ تھا کہ اپنا راز دل کسی پر ظاہر کرے
یا سوال کے نتیجہ سے خائف تھا۔

شام ہو گئی اور یہ مرد مسافر خانہ کعبہ کے قریب لیٹ رہا۔ اس وقت علی
ابی طالب اپنے گھر جاتے ہوئے اُس طرف سے گذرے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم مسافر ہو۔

ں

ے ساتھ گھر چلو

رد مسافر بغیر کسی گفتگو کے ساتھ ہو لیا۔ مکان پہنچنے کے بعد یہاں تک کہ دوسرے
ز کی صبح تک مہمان اور میزبان میں کوئی گفتگو ہی نہ ہوئی گویا اُن دونوں میں کچھ تعلق ہی
ھا۔ صبح کو مرد مسافر اپنے میزبان کے گھر سے نکل کر اُسی طرح گلیوں اور بازاروں میں گھومنے
۔ آج اُس کو ایک اور مشکل پیش آئی کہ گھر سے جو توشہ لایا تھا ختم ہو گیا اور پاس کچھ نہ تھا۔
طرف تھکن اور اُس پر بھوک۔ غرض کسی طرح شام ہو گئی مثل شب گذشتہ کے ٹھیک اُسی
ت علیؑ اُدھر سے گذرے جہاں اُن کا مہمان اپنے جسم زار کو پھٹی پرانی عبا میں لپیٹے ہوئے
م چھائی ہوئی صورت اندھیرے میں اس طرح چھپائے ہوئے لیٹا ہے گویا فقر و فاقہ کی
گی کا مجسمہ یا اطراف مدینہ کے رہنے والے قبائل کی بدحالی اور ذلّت کی ایک جیتی جاگتی
رہے ہے۔ جب اہلِ قبائل تنگدستی سے مجبور ہو جاتے ہیں تو چوروں کے ساتھ شریک ہو جاتے
یا غلامی کی زندگی قبول کر لیتے ہیں۔" علیؑ نے دیکھتے ہی خیال کیا کہ اب بھی یہ شخص اپنے آپ کچھ
انا نہیں چاہتا۔ مسافر کو جگا کر اپنے گھر لے گئے۔ آج رات کو بھی مثل کل کی رات کے
ں میں کچھ بات چیت نہ ہوئی چونکہ مہمان کو اپنے میزبان پر بھروسہ نہ تھا اُس نے بھی
نہ کہا۔

تیسری رات کو بھی عادت کے موافق علیؑ اپنے مہمان کو گھر لے گئے لیکن اب خاموشی
ن تھی کہا کہ "کیوں مجھ سے نہیں کہتے کہ اس شہر میں کیوں آئے ہو۔"

اگر مجھ سے وعدہ کرتے ہو کہ مجھے راستہ بتلاؤ گے تو میں ضرور کہوں گا۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارا راز کسی سے نہ کہوں گا اور اگر ممکن ہو تو تمھارے ارادہ میں
مدد کروں گا۔

بہت اچھا اب غور سے سنو۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک مدعی نب
لوگوں کو برے کاموں سے باز رہنے اور اچھے کام کرنے کی نصیحت کر رہا ہے۔ میں
اپنے بھائی سے کہا کہ مکہ جاؤ اور جو شخص پیغمبری کا دعویٰ کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے
"مجھے آسمان سے خبر آتی ہے" اُس کے حالات سے ٹھیک ٹھیک واقف ہو
آؤ" میرے بھائی نے مکہ پہنچ کر دریافت کیا اور واپس آکر کہا کہ "یہ پیغمبر اچھے کام کر
برائی سے باز رہنے اور لوگوں کے ساتھ نیک اخلاق سے پیش آنے کی نصیحت کرتا ہے
میں نے اُن کی تقریر سنی جو شعر تو نہیں ہے مگر شعر سے زیادہ اس میں حلاوت ہے"
میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ "اس سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تم نے میرے مطلب کی کو
بات نہیں سنائی" اسی وقت توشہ اور پانی کی مشک لے کر گھر سے چلا اور یہاں
پہنچ کر مسجد میں اُس پیغمبر کا پتہ چلایا۔ لیکن نہ میں ان سے واقف ہوں اور نہ اُن کا
حال کسی سے دریافت کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں"۔

یہ سنتے ہی علیؑ کا چہرہ بحال ہو گیا۔ کنکھیوں سے مہمان کی صورت دیکھ کر پوچھا
"کون ہو کہاں سے آئے ہو؟" مہمان نے کہا "میرا نام جندب ابن جنادہ ہے اور کنیت
ابوذر قبیلۂ غفار سے ہوں" میزبان نے کہا۔ "تم کو پتہ مل گیا۔ کعبہ کے خدا کی قسم وہ

پیغمبر ہے۔ وہ سچائی اور نیکی کے راستہ پر ہے جو لوگ اس کو جھوٹا کہیں اور اس سے لڑنے پر آمادہ ہوں وہ جھوٹے ہیں۔ میں اس وقت انھی پیغمبر کے پاس جا رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ آؤ اور جس گھر میں میں داخل ہو جاؤں تم بھی میرے ساتھ چلے آؤ۔ اگر میں راستہ میں کسی کو دیکھ کر دیوار کی طرف چلا جاؤں تو تم بغیر اس کے کہ میری طرف دیکھو سیدھے چلے جانا۔"

مہمان اور میزبان رات کے اندھیرے میں وہاں سے چلے۔ کوہ صفا کے قریب ایک مکان پر پہنچ کر علی نے ایک خاص انداز سے کنڈی کھٹکھٹائی شگافِ در سے دیکھکر پہچاننے کے بعد ایک شخص نے دروازہ کھول دیا۔ علی اور ابوذر کی نظر پیغمبر پر پڑی۔

اب ابوذر نے پیغمبر کو پہچانا۔ اُن کی غیر معمولی بزرگی اور پاک طینتی ایسی محسوس ہوئی کہ ابوذر کا دل خواہ مخواہ اُن کی جانب جھک گیا۔ اس کے علاوہ ابوذر نے اُن کو نیک خو۔ بات کا دھنی۔ عقل میں کامل۔ اور۔ ارادہ میں مضبوط پایا۔ ان صفات نے ابوذر کو گرویدہ کر لیا اور وہ سمجھ گئے کہ اس بزرگ کی پیروی ہر انسان کی عزت کا باعث ہوگی۔

ابوذر کا ارادہ ہوا کہ آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ پیغمبر کے جسم تک پہنچائیں گویا وہ چاہتے تھے کہ اُن کے جسم کو مس کر کے اپنے جسم کو متبرک کر لیں۔ یا وہ چاہتے تھے کہ اس وقت جو ہستی اُن کے سامنے ہے اُس کو چھو کر دیکھیں کہ یہ گوشت اور خون سے

بنا ہوا انسان ہے یا نور مجسم۔

ابھی ابوذر نے اپنا ہاتھ اُن کے شانوں تک نہ پہنچایا تھا ایک مرتبہ محسوس کی
کہ اُن کا دل نورانی ہو گیا ہے اور اس بزرگ کی وجہ سے اُن کے جسم میں نئی جان پڑ گ
اور زندگی کی شاہ راہ پر آزادی کے ساتھ پھر رہے ہیں۔

کئی روز تک روزانہ حاضر ہو کر ابوذر پیغمبر کے ارشادات سراپا گوش ہو
سُنتے رہے۔ ایک روز پیغمبر اُس خدا کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے جس کا نام "بیچار
پروردگار رکھا تھا"

نئی تاریخ اور نوزاد حقیقت کی گفتگو ہو رہی تھی

قریش جو اعراب پر اپنی فرمانبرداری واجب جان رہے تھے (پیغمبر) کہہ ر
تھے لوگ سب برابر ہیں۔ سوائے نیک کردار اور نیک رفتار کے کسی کو دوسرے پر تفوق نہیں
ہے قیصر اور کسریٰ کی نسبت جو اپنے آپ کو خدا سمجھتے تھے "فرمایا" یہ صحیح نہیں ہے کہ ا
جماعت دوسری جماعت پر حاکم ہے۔ تم بھی چھوٹے بت ہو۔ خدا چاہتا ہے کہ دوسر
بتوں کی طرح تم بھی سرنگوں ہو جاؤ۔" ع۱

عرب اور دوسری اقوام کو ایک بہترین زندگی کے لئے آمادہ کرتے ہوئے ب
کہہ کر اپنی طرف بلا رہے تھے کہ یہ قانون وہ ہے جس میں انصاف۔ مہربانی۔ اور سب
کی آسائش کے احکام موجود ہیں۔ یہی قانون تم میں برادری اور مساوات کی روح

پھونک کر تم کو شرارت اور ظلم سے باز رکھے گا اور تم کو نیکی و سعادت کی راہ بتلائے گا۔

محمد ابن عبداللہ اسی طرح بردہ فروشوں۔ سرمایہ داروں۔ منافقین۔ بیوپاریوں۔ اور۔ ہر ظالم پر حملہ کر کے غلاموں۔ کنیزوں۔ آفت زدہ فقراء۔ اور مصیبت کے گرفتار مزدوروں کو اپنے اطراف جمع کر رہے تھے۔ تاکہ ان کے ہاتھوں سے مساوات اور برادری کا راستہ کھلوائیں اور سرمایہ داروں کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ اپنے مال سے اُس محنتی اور جفاکش طبقہ کے حقوق ادا کریں علاوہ

(پیغمبر) لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے مثالیں دیتے تھے بیان کرتے اور ظلم و سرکشی کرنے والوں کو (آخرت کی سزا سے خوف دلاتے اور محنت و مزدوری کرنے والوں کو (آخرت کی) جزاء سے خوشنود کرتے تھے جو اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں سے ظلم سہہ رہے تھے۔ اور یہ آیۃ پڑھتے تھے۔

اِن فرعون و ھامان علی فی الارض وجعل اھلھا شیعًا یستضعف طائفۃ منھم یذبحون ابناء ھُم و یستحی نساء ھم انہ کان من المفسدین ونرید ان نمنّ علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم آئمۃ ونجعلھم الوارثین۔" (ترجمہ) بے شک فرعون اُس زمین میں غالب تھا اور اس کے باشندوں کو اسی نے کئی گروہ بنا دیا تھا۔ کہ ان سے ایک گروہ کو کمزور رکھتا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کیا کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھا بے شک وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا اور ہم

ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو اس سرزمین پر کمزور کر دیے گئے ہیں احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ہم اُن کو وارث قرار دیں۔

جس وقت محمد یہ آیات پڑھتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ آسمان بھی اُن کے ساتھ پڑھ رہا ہے۔ تاریخ نہایت مسرت و طرب کے ساتھ سن رہی ہے اور سیکڑوں برس قبل جو زمین نے ایسی درخشاں صبح نہ دیکھی تھی وہ بھی سراپا گوش تھی۔

جب ابوذر نے اپنے گھر واپس جانے کا ارادہ کیا تو پیغمبر نے اُن کو رخصت کرتے ہوئے کہا "ابوذر تم اپنے اہل قرابت کے پاس چلے جاؤ جب ہمارے ظہور کی خبر سُننا چلے آنا۔ لیکن تم نے جو کچھ سنا اور دیکھا ہے مکہ کے لوگوں سے نہ کہنا مجھے خوف ہے کہ وہ تم کو نقصان پہنچائیں گے۔ مگر ابوذر اپنا راز نہ چھپا سکتے تھے اور نہ چھپا کر کوئی کام کرنا چاہتے تھے وہ دل میں اقلیت کی مدد کا جذبہ لے کر گھر سے چلے تھے پیغمبر کے جواب میں کہا" اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائی پر مبعوث کیا ہے میں آواز بلند اُن لوگوں کو سناؤں گا

پیغمبر کے گھر سے باہر نکلتے ہی مسجد میں پہنچے جہاں قریش جمع تھے اور اُن کو نئے دین کی دعوت دینے لگے۔ حاضرین کو امید نہ تھی کہ اون کے کانوں تک ایسی آواز پہنچے گی انھوں نے ابوذر پر حملہ کر دیا اور اس قدر مارا کہ وہ بدحال اور قریب مرگ ہو گئے۔ عباس ابوذر پر گر کر چلانے لگے کہ "تم کو کس بدبختی نے گھیرا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ یہ قبیلۂ غفار سے ہیں اور تمھارے تجارتی قافلے جو شام جاتے ہیں ان کا راستہ اسی قبیلہ سے ہو کر گذرتا ہے۔"

اس طرح بیچ بچاؤ کر کے عباس نے چھوڑا لیا اور ابو ذر محمد کے گھر گئے۔ انھوں نے حکم دیا کہ۔
"قبیلۂ غفار میں پہنچ کر اُن کو جدید پیغمبر کے ظہور کی اطلاع دو۔"

ابو ذر اپنے گھر لوٹے اہل قبیلہ کو خوشخبری دی کہ نئے پیغمبر ظاہر ہوئے ہیں اور بہت جلد عربوں کو متحد کر کے تاریکی سے روشنی میں لائیں گے اور اُن میں حق و صداقت و مساوات کا جذبہ پیدا کر کے ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں گے۔

یثرب کی طرف اسی امید پر ابو ذر نے چند سال اپنے قبیلہ میں بسر کی قریش نے محمد ابن عبداللہ کو تنگ کر دیا۔ اُن کے اصحاب کو بے حد اذیت پہنچائیں اور سب سے ترک موالات کر دیا۔ پیغمبر کو اُن کے حال پر ترس آیا۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ کسی غیر ملک کو ہجرت کریں۔
ایک جماعت حبشہ کی جانب چلی گئی کیونکہ حبشہ کا بادشاہ خدا دوست نصرانی تھا۔ وہاں کسی کو تکلیف کا اندیشہ نہ تھا۔ اور محمد (مکہ) میں اسی لئے اپنی دعوت کو مضبوط کر رہے تھے۔ اور قریش بھی ایذا رسانی میں شدت کر رہے تھے۔ محمد حج کے موقع پر جب عرب کے قبائل حج کے لئے آتے تو تبلیغ شروع کرتے اور ختم حج کے بعد اطراف (مکہ) کے قبائل میں بذات خود جا کر اُن کو اسلام کی دعوت دیتے۔ لیکن بعض اُن کے ساتھ بدسلوکی کرتے اور بعض نہایت بری طرح اُن کو اپنے یہاں سے نکال دیتے (زندگانی محمدؐ تالیف ڈاکٹر حسین ہیکل صفحہ ۱۴۴)

اس دعوت اسلام کو بارہ سال گزرنے کے بعد مددگاروں کی ایک جماعت یثرب سے آئی (جس کا نام بعد کو "مدینۃ النبی" قرار پایا) جہاں اُن کے ماموؤں اور اُن کے

والد عبداللہ کے قبور تھے) اُن میں سے ایک گروہ نے پوشیدہ مقام "العقبہ" پر بیعت
کر لی اور مدینہ واپس ہونے کے بعد بھی ایمان پر ثابت قدم اور جو وعدہ کیا تھا اُس پر
قائم رہی۔

محمد نے اپنے اصحاب سے کہا کہ "تم مدینہ جاکر وہاں کے باشندوں سے اپنے نئے
دین کے لئے اُن سے مدد لو"۔ قریش کے حملہ کے خوف سے اصحاب کی ایک ایک ٹکڑی
مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ پہنچی۔

فقط محمد۔ علی ابن ابی طالب اور چند ایسے اصحاب جو نہ نکل سکے مکہ میں رہ گئے
چند اشراف قریش جن کو خوف تھا کہ کہیں محمد مدینہ نہ چلے جائیں "دارالندوہ"
میں جمع ہوئے (یہ وہ مقام تھا کہ جہاں قریش اپنے مالی و ملکی معاملات میں وہاں
بیٹھ کر مشورت کرتے تھے) اور ضروری گفتگو کے بعد طے پایا کہ ہر قبیلہ سے ایک بہادر
جوان منتخب کر کے سب بیک وقت اپنی تلواروں سے اُن کو قتل کر دیں اس کا نتیجہ
یہ ہوگا کہ بنی عبد مناف اتنے قبائل سے خون کا بدلہ نہ لے سکیں گے اور اس انقلابی
شخص سے انکو بھی نجات مل جائیگی جو اُن کے دین اور شرافت کے مقابلہ کے لئے کھڑا
ہوا ہے۔ اُس مقررہ رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ قاتلوں کی جماعت پیغمبر کے مکان کے
قریب جمع ہوئی۔ اودھر محمد کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی علی کو اپنی جگہ اپنے بستر پر لٹا دیا
قاتلوں کو اس شبہ میں ڈالنے کے لئے کہ محمد ابھی سو رہے ہیں اپنی مخصوص چادر علی پر ڈال دی
اپنا منہ کپڑے سے لپیٹ کر گھر سے باہر نکل گئے اور ابوبکر سے جا ملے جو اُن کے انتظار میں

گھوڑے تھے اور دونوں غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقصد یہ تھا کہ پہلے کہیں
چھپ جائیں اور جب قریش تلاش کرتے کرتے تھک جائیں تو پھر کچھ تجویز کریں گے۔
غار ثور میں دو روز گزرے۔ سوائے ابوبکر کے غلام عامر ابن فہیرہ کے کسی کو
معلوم نہ تھا کہ یہ کہاں ہیں۔ قریش ڈھونڈ ڈھونڈ کر عاجز آ گئے اور تھک کر بیٹھ رہے۔
تیسرے روز جب ابوبکر کے غلام کو اطمینان ہو گیا خود ایک اونٹ پر سوار ہوا ایک اونٹ
ابوبکر اور ایک محمد کے لئے لیے ہوئے غار پر پہنچا۔ اور غیر مشہور راستہ سے تینوں مدینہ
پہنچ گئے۔ مدینہ میں محمد کو کامیابی ہوئی۔ اوس اور خزرج کے قبائل جو شجاعت،
بہادری۔ اور۔ مدد کرنے میں مشہور تھے اُن پر ایمان لائے۔

ان جدید پیروؤں کی مدد ملتے ہی محمد نے جنگ بدر چھیڑ دی اور خود بھی اس
لڑائی میں شریک ہوئے۔ علاوہ مال غنیمت کے جو اس جنگ میں ہاتھ آیا محمد نے
اُس تجارتی مال پر بھی قبضہ کر لیا جس میں سب قریش شریک تھے۔ یہ سب مال
مسلمانوں میں مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ اور جو مسلمان شہید ہوئے اُن کا حصہ ان کے
وارثوں کو دیا گیا۔

مسلمانوں نے مکہ اور شام کا درمیانی راستہ بند کر دیا تھا۔ اس اقتصادی
شکست سے قریش بہت نقصان میں تھے اس لئے انھوں نے سپاہ جمع کر کے "احد"
کی جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں پیغمبر کے بہت سے اصحاب شہید ہوئے۔ جنگ
احد کے بعد "احزاب" کی لڑائی پیش آئی مسلمانوں نے شہر کے اطراف خندق

کھودنا شروع کردی تاکہ دشمن شہر میں داخل نہ ہو سکے۔ خود محمدؐ بھی خندق کھودنے
میں شریک تھے۔ ایک روز سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لے کر خندق میں اتر پڑے
اصحاب سب دیکھ رہے تھے۔ وہ سفید پتھر کہ جس کو توڑنے میں سلمان ناکام ہو رہے
تھے اُس پر کُدال ماری۔

عمرو ابن عوف مزنی کہتے ہیں کہ "پیغمبر نے اس پتھر پر جو ضرب لگائی اُس کے
اثر سے ایک ایسی چمک پیدا ہوئی جیسے اندھیری رات میں چراغ روشنی دیتا ہے اور
اس کے پرتو سے مدینہ کے اطراف کے ٹیلے نظر آنے لگے۔

پیغمبرؐ نے تکبیر کہی مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ دوبارہ کدال ماری۔ پھر ویسا
ہی نور چمکا۔ پیغمبر نے اسی طرح تکبیر کہی اصحاب نے بھی تکبیر کہی۔ اسی طرح تیسری مرتبہ بھی
محمدؐ نے سلمان کا ہاتھ پکڑا اور خندق کے باہر آ گئے۔ سلمان نے کہا "میرے
ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آج جو واقعہ دیکھا کبھی نہ دیکھا تھا۔ پیغمبرؐ نے
اصحاب سے مخاطب ہو کر کہا "سلمان جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ تم سب نے دیکھا" تمام
اصحاب نے کہا کہ "آپ کی ضربہ کے اثر سے مثل موج کے بجلی چمکی آپ نے تکبیر کہی اور ہم نے
بھی کہی۔ اس کے سواء" اور کچھ نہیں دیکھا" پیغمبر نے کہا کہ "پہلی روشنی میں "حیرہ" کے
مکانات اور کسریٰ کے شہر میں نے دیکھے۔ دوسری چمک میں روم کی زمین پر بنے
ہوئے سرخ محل نظر آئے اور تیسری روشنی میں دکوہ صنعا کا منظر دیکھا۔
محمدؐ نے اُس روز یہ خوشخبری اپنے اصحاب کو دی تھی اور تھوڑی مدت میں

اُن تمام مقامات پر مسلمان قابض ہو گئے۔

ابوذر اپنے قبیلہ میں یہ خوش خبری سُن رہے تھے اور ان خونیں لڑائیوں میں شریک ہونے کے لئے اُن کا دل تڑپ رہا تھا۔ آخر کار قبیلۂ غفار میں نہ رہ سکے اور اصحاب پیغمبر کے ساتھ اُن کی خوشی اور غمی میں شریک ہونے کے لئے مدینہ روانہ ہوئے۔

پیغمبر کے صحابی

ابوذر غفار سے اپنے ساتھ کچھ نہیں لائے اس لئے کہ اُن کے پاس کچھ تھا ہی نہیں۔ جب مدینہ پہنچے تو اصحاب صفہ کے ساتھ مسجد میں ٹھہر گئے جن کے لئے کوئی دوسرا مقام مقرر نہ تھا اور جن کے لئے کسی ساز و سامان کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ان کی صبح نماز کے سے شروع ہوتی تھی اور نماز ہی پر ختم۔ جو لوگ سچائی کے ساتھ ایمان لائے وہی ان کے دوست تھے۔ جب مسلمان جہاد پر مامور ہوتے ابوذر بھی اُن کے ساتھ شریک ہو جاتے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جہاد سے انکار کیا ہو یا جنگ میں تھک گئے ہوں۔

پیغمبر ان اصحاب کو ہر شب (جمع کر کے دکھانے کے لئے) اپنے اصحاب میں بانٹ دیتے۔ اور کبھی چند اشخاص کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتے جن میں ابوذر بھی ہوتے تھے جو پیغمبر کے کاروبار اور لڑائیوں میں پیغمبر کے شریک تھے۔ پیغمبر کی گفتگو سننے کے لئے مسجد میں اُن کے ساتھ بیٹھتے اور جو خیال میں آتا پوچھ لیتے یہاں تک کہ بہت بڑے مجاہد اور اعلیٰ درجے کے محدث ہو گئے۔ علیؑ ابن ابی طالب اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ "ابوذر ایسے جاننے والے تھے کہ کسی کو یہ بات نصیب نہ تھی" اور

ان لوگوں کو طلقاء کہتے تھے ابوسفیان اور معاویہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھے نہ
مہاجرین میں سے تھے نہ انصار میں سے اب یہ بعض امویوں کی صریح غلطی ہے
کہ جو آیتیں یا حدیثیں مہاجرین و انصار کی فضیلت میں وارد ہیں ان سے معاویہ
اور ابی سفیان کی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔ معاویہ اور ابوسفیان نہ سابقین اولین
میں سے ہیں نہ متبعین باحسان میں سے ہیں بلکہ ساعین الی البغی والعدوان
(یعنی بغاوت وسرکشی کی کوشش کرنے والوں) میں سے ہیں۔"
امام نسائی نے فرمایا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے
سوائے ایک حدیث کے کہ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے اور یہ دعا آپ کی معاویہ کے
حق میں قبول ہوئی۔ ان کے سامنے ستر طرح کے کھانے رکھے جاتے۔ وہ کھاتے
کھاتے تھک جاتے لیکن ان کا پیٹ نہ بھرتا۔ (انوار اللغۃ پ ۱۶ ص ۳۷)
قابل غور یہ ہے کہ جب بنی امیہ اور ابوسفیان کی علانیہ مخالفت خدا و رسول
اور عداوت اسلام و ایمان سے حضرت ابوبکر و عمر خوب واقف تھے اور یہ بھی
اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ لوگ دل میں اسی سابق مذہب پر ہیں صرف جان کی
حفاظت یا دنیا کی ریاست کے لئے اسلام لائے ہیں تو کیوں ان کو سر چڑھایا
اور شام ایسے زرخیز، طاقتور، مفسد اور شریر پرور صوبہ کی حکومت ان کے حوالے
کردی۔ یہ دونوں حضرات پیغمبرِ خدا کے ساتھ مدتوں رہے اور بنی امیہ کے متعلق
حضرت کے ارشادات سنا کئے۔ انھوں نے آخر کس مصلحت سے بنی امیہ کو مسلمانوں پر
مسلط کردیا۔ خود حضرت عمر نے یہ حدیث بیان کی ہے عن عمر ابن الخطاب
فی قولہ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا قال ھما الافجران

من قریش بنو المغیرۃ و بنو امیۃ - قرآن مجید کی آیت " کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے خدا کی نعمت کو چھوڑ کر کفر اختیار کرلیا " کے متعلق حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس سے قریش کے دو نہایت بدمعاش خاندان مراد ہیں وہ بنو مغیرہ اور بنو امیہ ہیں۔ (منتخب کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۴۵۲) قالت بنت الحکم ما رایت قوما کانوا اعجز ولا اسوء رایا فی امر رسول اللہ منکم یا بنی امیہ حکم کی بیٹی کہتی تھیں کہ میں نے اپنے دادا ابو الحکم سے کہا کہ رسولِ خدا کے بارے میں بنو امیہ سے زیادہ عاجز و مخالف میں نے کسی قبیلہ کو نہیں دیکھا۔ (منتخب کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۸۸) عن ابن مسعود قال ان لکل دین آفۃ وآفۃ ھذا الدین بنو امیہ۔ جناب ابن مسعود کہتے تھے کہ حضرت رسولِ خدا نے فرمایا ہر مذہب کے لئے کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور ہوتی ہے اور اس مذہب اسلام کی مصیبت بنو امیہ ہیں۔ عن سعید بن المسیب قال رای النبی بنی امیۃ فی منابرھم فساء ذالک فاوحی اللہ الیہ انما ھی دنیا اعطوھا فقرت عینہ وھو قولہ تعالی وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ سعید بن مسیب کہتے تھے کہ حضرت رسولؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ منبروں پر چڑھے ہوئے ہیں۔ حضرتؐ کو اس سے بڑا صدمہ ہوا تو خدا نے وحی نازل کی کہ یہ صرف دنیا ہے جس پر ان لوگوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ یا جوان لوگوں کو اول و دوم سے ملی ہے (وہ لوگ مذہب کے منبروں پر نہیں چڑھ سکتے) اس پر حضرت رسولؐ کی تسکین ہوگئی اور وہ قول خدا یہ ہے کہ اے رسول ہم نے تم کو جو خواب دکھایا وہ آدمیوں کے فتنہ و فساد کی تصویر کھینچنے کیلئے ہے (منتخب کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۳۰۴)

بعض سرمایہ دار مسلمانوں نے میدان جنگ کو چلنے سے انکار کیا فق
نہایت شوق و رغبت سے جوق جوق آکر مجاہدین کی صف میں شریک ہونے
انہی فقراء کی ایک جماعت نے پیغمبر سے سواری کی خواہش کی تاکہ مید ا
جنگ تک پہنچ جائیں۔ پیغمبر نے کہا کہ "میرے پاس کچھ نہیں ہے" مجھے معاف
وہ بیچارے غمگین و اشک بار ہو کر واپس ہو گئے۔

ایک گروہ اپنے لاغر اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ سے گ
چلا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دو میل راستہ طے کرنے کے بعد کوئی نہ کوئی مجاہد پیچھے
رہ جاتا۔ اصحاب چلاتے کہ "فلاں شخص پیچھے رہ گیا" پیغمبر اس کے جواب میں ک
"اس کو چھوڑ دو۔ اگر اس کی قسمت میں نیکی ہے تو تم سے آملیگا اور اگر اس
وجود سے تم کو نقصان پہنچنے والا ہے تو خدا نے تم کو اس سے آسودہ کر دیا۔

ابوذر ایک لاغر مریل اونٹ پر سوار تھے جو اتنا طویل راستہ طے نہ
کرسکتا تھا وہ بھی پیچھے رہ گئے۔ جب لوگوں نے پیغمبر سے کہا کہ ابوذر پیچھے رہ گئے ا
ان کا اونٹ چل نہیں سکتا" پیغمبر نے وہی الفاظ دوہرائے " ان کو چھ
اگر ان کے لئے بھلائی ہے تو وہ تم تک پہنچ جائیں گے اور اگر ان کا وجود تمھار
لئے نقصان دینے والا ہے تو خدا نے تم کو آسودہ کیا"۔ لشکر نے ابوذر اور ان
علاوہ جو پیچھے رہ گئے تھے ان سب کو چھوڑ کر اپنی راہ لی۔

ابوذر ان کے ساتھ شامل ہونے پر تیار نہ تھے جو ایمان کے ضعف

ارادہ کی سستی کی وجہ سے ایسے جہاد سے منہ موڑ بیں جس پر عرب کی موت و حیات
منحصر تھی اور جو پیچھے رہ جائیں۔ اس لئے اونٹ کو چھوڑ دیا۔ جو کچھ ساتھ تھا
اپنی پیٹ پر لاد کر تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے تاکہ جس قدر جلد ہو سکے اپنے مجاہد
بھائیوں تک پہنچ جائیں۔

ابوذر اُس وسیع بیابان کو اس طرح طے کر رہے تھے کہ کبھی ٹیلہ پر تو کبھی
گڑھے میں اور کبھی تپتے ہوئے مسطح ریگستان پر گذر رہے تھے کہ جہاں تک نظر کام
کرتی تھی چاروں طرف سے جلتی ہوئی ریگ گھیرے ہوئے ہے۔ ابھی ایک جگہ ریگ کا
ٹیلہ نظر آیا اور دم کے دم میں تیز ہواؤں نے اُسے منتشر کر دیا یا دوسری جگہ ایک ٹیلہ بنا دیا۔
پیاس اور تھکن نے اُن کو بے حال کر دیا تھا۔ اسی عالم میں بہت فاصلہ پہ ایک سفید
سا لکہ جو مثل ایک تالاب کے معلوم ہوتا تھا اُن کو نظر آیا۔ پہلے تو یہ خیال کیا کہ
یہ سراب ہے، لیکن جب یہ ہزار زحمت وہاں پہنچے تو دیکھا کہ برسات کا پانی ایک
پتھر کے شگاف میں جمع ہے۔

ابوذر نے اپنے سوکھے لب اُس پانی سے تر کئے۔ تھوڑا سا پی کر اپنی مشک بھی
بھر لیا اور اُسی طرح اُس بے آب و گیاہ بیابان کو طے کرنے لگے۔
جب لشکر تبوک کے قریب پہنچا تو ایک سپاہی نے دیکھا کہ ایک شخص اُس بیابان
کے آخری کنارے سے آتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ متعجب ہو کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ اُس کے
ساتھ ہی تمام لشکر بھی رک گیا اور سب اُس شخص کو دیکھنے لگے جو اس بیابان میں

یکہ و تنہا چلا آرہا تھا۔ تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی سب نے پہچان لیا کہ "یہ ابو ذ
محمدؐ نے ابو ذر کو دیکھتے ہی اُن کے گلے میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال دی
بے حد مسرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ابو ذر کو پانی پلاؤ وہ پیاسے ہیں۔ ابو ذ
مشک پیغمبر کی خدمت میں پیش کر دی۔

محمدؐ نے تعجب سے کہا" ابو ذر تم اپنے ساتھ پانی رکھتے ہوئے پیاسے ر
ابو ذر نے کہا" میرے ماں باپ قربان ہوں۔ میں ایک پتھر کے قریب
کے شگاف میں برسات کا پانی جمع تھا تھوڑا سا پینے کے بعد معلوم ہوا کہ سرد
لطیف ہے۔ خیال کیا کہ جب تک آپ نوش نہ فرمالیں نہ پیونگا۔"

(پیغمبر اکرم نے فرمایا) اے ابو ذر خدا تم کو بخشے۔ تنہا زندگی کرو گے
مرو گے۔ اور (قیامت میں) تنہا اُٹھائے جاؤ گے"۔

جب پیغمبر تبوک پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے اُن سے مصالحت کر لی
کے رہنے والوں نے بھی جزیہ قبول کر کے اطاعت کا اظہار کیا اور لشکر اسلام (بغیر
پھر سے مدینہ واپس ہوا یہ پیغمبر کی آخری لڑائی تھی۔ جو سنہ ۹ ہجری میں واق
دو نیک کردار غلیفہ۔

ابو ذر کے دل میں یہ آرزو تھی کہ وہ اسلام کے نئے دور کے نتائج بھی
جو بتدریج ترقی کر رہا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ ہجرت کے گیارھویں سال مسلمانو
سروں سے اُن کے پیغمبر کا سایہ اُٹھ گیا۔

یہ مصیبتِ عظیم ابوذر کے دل کو گھلا رہی تھی اور قریب تھا کہ اس کی وجہ سے
امید بھی خاموش ہو جائے جو ابوذر کے دل میں روشن تھی۔ وہ ڈر رہے تھے کہ
ایسا نہ ہو کہ پیغمبر کا خلیفہ ہوا و ہوس میں مبتلا ہو کر اپنے اہل قرابت کو مسلمانوں
پر سوار کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ سے منحرف کر دے۔

ابوذر کو سب سے زیادہ بے بس اور بے سہارا مسلمانوں کے حقوق ضائع
ہونے کا خوف تھا۔ کیونکہ پیغمبر کی وفات سے پہلے جماعت عربی کی جانب سے روز
افزوں ملک پہنچ رہی تھی (جو نئے ترقی کی شاہ راہ پر گامزن تھی) اور ان
کے لئے کام کر رہی تھی۔ اور امید تھی کہ اس کام میں اور وسعت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ
اگر اپنے فولادی پنجے سے اس کام کو نہ سنبھالتے تو اسلامی حکومت اضطراب
کے پیچ تاب میں پڑ جاتی۔ علی

ابوذر علی کو ابوبکر پر مقدم۔ اُن کو خلافت کے لئے سزاوار اور لائق تر سمجھ
تھے۔ سقیفہ کے روز جب علی نے مسلمانوں سے کمک چاہی۔ چند مہاجر اور
انصار ان کے پاس آئے جن کے سردار ابوذر تھے کہا کہ خدا کی قسم تم امیر المومنین ہو۔
زیادہ پیغمبر کے قریب تر اور لوگوں کی سرپرستی کے لئے سزاوار ہو۔ آؤ ہم تم
سے بیعت کرتے ہیں اور خدا کی قسم ہم تم پر اپنی جان قربان کر دیں گے" علی نے کہا۔
تم سچ کہتے ہو تو کل تم سب اپنے سر منڈوا کر آؤ۔
دوسرے روز صبح کو صرف چار آدمی سے زیادہ ان کے

پاس نہیں آئے۔
یعنی۔ زبیر۔ سلمان۔ مقداد۔ اور۔ ابوذر۔ اس کے بعد بھی چند روز تک اسی
ڈٹتے رہے۔

ابوذر ڈر رہے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ کہیں اس اختلاف ا
آرائی سے اسلام کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ ان میں سے بعض جو ابوبکر پر اعتر
کر رہے تھے ان کا مقصد صرف علی کی دوستی نہ تھی بلکہ وہ مسلمانوں کو آپ
ڈرانا چاہتے تھے۔ اسی لحاظ سے (ابوذر نے) ابوبکر کی بیعت کر لی جس طرح
بھی مسلمانوں کے باہمی اختلاف کلمہ کے خوف سے ابوبکر کی بیعت کر لی۔
صحابہ میں کوئی بھی ابوبکر کی بیعت سے پشیمان نہ تھا۔ خلیفہ نے نیک
اختیار کیا اور مثل پیغمبر کے غربا کی طرفداری کر کے ظالم سے مظلوم کا حق لیتے اور آپس
اختلاف کو روکتے تھے (چنانچہ) خلافت کے روز پہلا خطبہ جو پڑھا اس میں حاکم عا
کے اوصاف اس طرح بیان کئے۔

"لوگو! میں جو تمہارا حاکم ہوا ہوں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اچھا کام کر
میری مدد کرو اور اگر برا کام کروں تو مجھے روکو۔ سچائی امانت کی نشانی ہے اور جھو
خیانت کی علامت ہے۔ تم میں جو ناتوان ہے وہی میرے پاس قوی ہے یہاں تک
اس کا حق لے لوں (انشاءاللہ)

کسی ملت نے جہاد سے منہ نہیں موڑا اگر یہ کہ خدا نے اس کو ذلیل کیا۔ اخلاق

کسی ملت میں رواج نہیں پایا مگر یہ کہ بلا اس کے گلے کا ہار ہو گئی۔ جب تک کہ خدا اور رسول
کی پیروی کرتا رہوں میری اطاعت کرو۔ لیکن جب خدا و رسول کی نافرمانی کروں تو قابل
پیروی نہیں ہوں۔"

ابوذر کو اگر ہم بھول بھی جائیں تو اس دن کو ہم نہیں بھول سکتے جب کہ
ابوذر اسامہ ابن زید کے زیر قیادت جنگ کے لئے جا رہے تھے۔ ابوبکر نے لشکر کے
درمیان کھڑے ہو کے ایسا خطبہ پڑھا جو تمام فنونِ حرب پر حاوی تھا۔

کہا "لوگو تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں اُن کو ملحوظ رکھو اور ان میں
خیانت نہ کرو۔ حد سے بڑھ نہ جاؤ۔ حیلہ نہ کرو۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ زبان نہ کاٹو۔ (مثلہ)
نہ کرو۔ چھوٹے بچوں کو مت قتل کرو۔ زیادہ عمر کے بوڑھوں کو مار نہ ڈالو۔ گھوڑوں
اور اونٹوں کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹو۔ میوہ دار درخت نہ کاٹو۔ بکرے۔ اونٹ۔ اور۔
بیل کو سوائے کھانے کے لئے ذبح نہ کرو۔ تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو اطمینان سے
ساتھ عبادت گاہوں میں بسر کر رہے ہوں گے اُن کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ تم ایسے
لوگوں کو بھی دیکھو گے کہ مختلف قسم کے کھانے کیلئے تمہارے استقبال کو آئیں گے۔
جب تم وہ غذائیں کھاؤ تو خدا کا نام لو۔ ایسوں کو بھی دیکھو گے کہ اُن کے آدھے سر
مونڈے ہوئے اور سر کے بال مثل عمامہ کے چھوٹے ہوئے ہوں گے ان پر اپنی تلواریں لگاؤ۔

پیغمبر بیت المال کی رقم سے مسلمانوں میں ہر ایک کو برابر کا حصہ تقسیم کرتے تھے
اور پانچواں حصہ (خمس) اپنے اقربا۔ غربا۔ فقراء۔ اور مسافرین کو دیتے تھے۔ اور اسی

زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہیں، سمیہ ابو سفیان کی بیوی نہیں تھی بلکہ اس نے اس کے ساتھ منہ کالا کیا تھا مگر معاویہ نے علی الاعلان سمیہ کے ناجائز بچہ زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا اور اس حرکت کی وجہ سے فاجروں سے نکل کر کافروں میں داخل ہو گیا۔ حجر بن عدی کا قتل، مصر کا خراج عمرو بن عاص کا لقمہ بنا دینا۔ اپنے بعد کے لئے یزید ایسے بدکار کے لئے بیعت لینا مال خراج کو صرف خاص قرار دینا، نا اہلوں، بدمعاشوں کو صوبجات کی گورنری پر مقرر کرنا۔ سفارش یا قرابت داری کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے حدود کو معطل کر دینا صریحی احکام کی مخالفت قرآن و مسلم الثبوت احادیث پیغمبر کا انکار ان میں ایک ایک بات انتہائی ہولناک اور آخرت کا عذاب ایک ایک بات پر سخت سے سخت ہوگا۔

امت اسلام میں یہ پہلا کفر ہے اور قیامت یہ کہ اس کفر کا ظہور بھی ایسے شخص سے ہوا جو مسلمانوں کی امامت و خلافت کا مدعی تھا۔ بلاشبہ اس زمانے کے بہت سے مسلمان معاویہ کو کافر نہ قرار دینے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے۔ ہمارے زمانے میں بدعت پسند افراد کہتے ہیں کہ معاویہ کو برا نہ کہو کہ وہ صحابی تھے اور معاویہ کو برا کہنا بدعت ہے اور جس نے معاویہ سے بغض رکھا اس نے سنت کی مخالفت کی، گویا ان لوگوں کے خیال میں منکرِ سنت سے براءت نہ کرنا بھی سنت ہے۔!!!

پھر جو کچھ افعال اس کے بیٹے یزید اور اس کے عاملوں سے ظہور میں آئے۔ مکہ پر چڑھائی۔ خانہ کعبہ پر سنگ باری، مدینہ کو لوٹ لینا، حسینؑ کو

ان کے عزیز و اقارب کے ساتھ قتل کر ڈالنا جو تاریکیوں کے چراغ اور اسلام کے ستون تھے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ حسینؑ کا قتل کفر نہیں مدینہ کی تاراجی اور ہتک حرمت پیغمبر کے ارشادات سے انکار نہیں۔ اچھا ہم مانے لیتے ہیں کہ حسینؑ کا قتل کفر نہیں لیکن خانۂ کعبہ پر سنگ باری کے متعلق کیا کہو گے؟ بیت الحرام اور مسلمانوں کے قبلہ کو منہدم کرنے کے متعلق کیا عذر تراشو گے؟ یزید نے قتل حسینؑ پر جو اشعار پڑھے تھے لعبت بنو ہاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحی نزل کے متعلق حامیان یزید کہتے ہیں کہ یہ فرضی قصہ ہے۔ ٹھیک ہے مگر اس نے حسینؑ کے لب و دندان پر چوب بید سے جو ضربیں پہونچائی تھیں، زین العابدینؑ سے جو اہانت آمیز سلوک کیا تھا جو مشرکین کی اولاد سے کیا جاتا ہے اس کے متعلق کیا کہو گے۔ کیا یہ بھی فرضی قصہ ہے اور پھر عبید اللہ بن زیاد نے اپنے حاشیہ نشینوں سے جو کہا تھا مجھے چھوڑ دو کہ میں اس (زین العابدینؑ) کو بھی قتل کر دوں، اس نسل سے یہی باقی رہ گیا ہے اسے قتل کر کے یہ سینگ ہی میں قطع کر ڈالوں گا اور اس بیماری ہی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔" بتاؤ تو سہی یہ شقاوت اور درشتی کس چیز کی نشان دہی کر رہی ہے۔ حسینؑ قتل ہو چکے تھے ان کے عزیز و اقارب کام آچکے تھے، بنی امیہ اپنے دل کی جو بھڑاس نکالنا چاہتے تھے وہ نکال چکے تھے۔ یہ شقاوت یہ بتاتی ہے کہ یہ لوگ انتہائی دشمن آلِ رسولؐ، پکے کینہ پرور و معاندِ ایمان سے خارج اور نفاق میں سرتاسر غرق تھے یا یہ بتاتی ہے کہ یہ لوگ بڑے مخلص ایماندار اور پیغمبرؐ کے

قائم رکھنے میں عمر کو کوئی چیز روک نہیں سکتی تھی۔[۵]

عمر میں ایسے برجستہ صفات بہت تھے۔ نمونہ کے لئے ہم جبلہ ابن ایہم بادشاہ غسان کا قصہ بیان کرتے ہیں۔ جبکہ جبلہ خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا ایک عرب کا پاؤں اس کی لنگی کے کنارے پر پڑا اور لنگی کھل گئی۔ اس پر جبلہ آپے سے باہر ہو گیا اور پلٹ کر اس زور سے اس عرب کے منہ پر گھونسا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ خلیفہ کے پاس شکایت پیش ہوئی۔ جبلہ نے کہا کہ اس نے عمداً میری لنگی کھولدی۔ اگر خانہ کعبہ کا احترام مدنظر نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار اس کے سر پر مارتا۔

عمر نے کہا جب تم اقرار کر رہے ہو تو تم کو چاہیئے کہ اس کو راضی کرلو ورنہ میں تم سے اس کا بدلہ لوں گا۔

جبلہ نے پریشانی کی حالت میں کہا "کیسے۔ کیا کرنا چاہتے ہو"؟

- کچھ نہیں! حکم دیتا ہوں کہ تمھاری ناک بھی توڑ دی جائے۔

- افسوس کیا یہ ممکن ہے۔ وہ رعیت ہے میں بادشاہ ہوں۔

- ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں۔ اسلام نے تم کو اور اس کو ایک درجہ میں رکھا ہے۔ البتہ تم پرہیزگاری کی بدولت اس سے برتر ہو سکتے ہو۔

- میں سمجھتا تھا کہ بہ مقابل جاہلیّت کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے میرا احترام زیادہ ہو گا۔

- ان باتوں کو چھوڑو ان سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ جلدی کرو۔ ابھی اس کو

راضی کرلو ورنہ میں خود تم سے بدلہ لوں گا۔

(جبلہ نے دیکھا کہ یہ دل لگی نہیں ہے) کہا۔ "مجھے آج ایک شب کی مہلت دیجئے غور کرکے کل صبح کو جواب دوں گا" مہلت لی اور اسی شب فرار کرکے ہرقل کے پاس قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

عمر نے سوائے بعض کے کسی ملازم کو آخر تک ایک ہی مقام پر نہیں رکھا وہ جانتے تھے کہ اگر اُن کے مقرر کئے ہوئے حکام سے کوئی غلطی ہو جائے اور لوگوں میں بدگمانی پیدا ہو تو ایسے شخص کو اس خدمت پر بحال رکھنا دین اور خود ان کی ہمت مردانہ کے خلاف ہوگا۔

عمر جب کسی کو کسی خدمت پر مامور کرتے تھے تو روانگی سے قبل اُس کی جائداد کی فہرست بنا لیتے تھے۔ جب وہ حاکم خدمت سے سبکدوش ہوتا یا کیا جا تو اُس پہلی فہرست سے مقابلہ کرنے کے بعد جس قدر زیادہ اس نے کمایا ہو سب بیت المال میں داخل کر دیا جاتا۔ منجملہ ان کے عمرو عاص کا واقعہ ہے۔

عمرو عاص کو مصر کی حکومت پر مامور کرنے کے بعد عمر کو معلوم ہوا انھوں نے بہت مال جمع کیا ہے لہٰذا اس مضمون کا ایک خط بھیجا گیا۔

"معلوم ہوا کہ تم نے بہت مال جمع کر لیا ہے (دراں حالیکہ) اس خدمت پر روانہ ہونے سے پہلے تمھارے پاس کچھ نہ تھا۔ بتلاؤ کہ یہ مال کہاں سے پیدا کیا۔ خدا کی قسم اگر مجھے سوائے اس رنج کے کہ تم نے مال خدا میں خیانت کی اور کوئی رنج تم سے

نہ پہنچے تو میں اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔ مہاجرین و انصار میں تم سے بہت بہتر لوگ موجود تھے۔ مگر تم کو صرف اس لئے میں نے حکومت پر مامور کیا کہ تم سیر چشم ہو دوسروں کے مال پر نظر نہ ڈالو گے۔ جلد جواب دو کہ یہ مال کہاں سے لائے اور تم بھی فوراً میرے پاس چلے آؤ۔

عمرو نے جواب دیا کہ "اس وقت جہاں ہم ہیں ارزانی ہے اور ہم کو جو تنخواہ ملتی ہے ہمارے خرچ سے زیادہ ہے"۔ عمر نے دوبارہ لکھا۔

"میں بدکار اور بددیانت ملازمین سے بخوبی واقف ہوں۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ تم بدحواس ہو گئے ہو۔ میں تم سے بدگمان ہو گیا ہوں۔ محمد ابن مسلمہ کو روانہ کیا ہے کہ وہ تمھارا مال تقسیم کر دے۔ وہ تم سے جو کچھ مانگے دیدو اور بدمزاجی نہ کرو کیونکہ راز فاش ہو گیا ہے۔

جب محمد ابن مسلمہ مصر پہنچے تو عمرو نے اُن کے لئے نہایت پر تکلف دعوت کا انتظام کیا۔ لیکن محمد نے قبول نہ کیا اور کہا کہ "یہ نہایت برا ہدیہ ہے۔ اگر تم ویسا ہی معمولی کھانا لاتے جیسا کہ دوسرے مہمانوں کو کھلاتے ہو تو میں کھا لیتا۔ چلو یہ دسترخوان اٹھا لو۔ مجبور ہو کر عمرو نے اپنا تمام مال محمد کے سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے نصف مال لے کر بیت المال میں رکھوا دیا۔

ابوہریرہ کو بحرین کی حکومت پر مامور کیا گیا۔ ایک مدت کے بعد تنقیح کی گئی تو معلوم ہوا کہ بہت کچھ پیدا کیا ہے۔ اُن سے پوچھا کہ جب تم بحرین بھیجے گئے تو سوائے چپل کے تمھارے پاس اور کچھ نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ تم نے نو راس گھوڑے چھ سو دینار

یں خریدے ہیں یہ رقم کہاں سے آئی۔

- کچھ نہیں میرے پاس گھوڑیاں تھیں انھوں نے بچے دیئے اور اس کے سوا جو مال

اُس میں زیادتی ہوگئی۔

- بہت اچھا۔ ہم تمھارا خرچ تو دیتے ہی ہیں۔ لہذا یہ سب مال جو زیادہ

بیت المال میں داخل کردو۔

- میں تو نہ دونگا۔

- خدا کی قسم تمھاری کمر توڑ دونگا۔ یہ کہکر عمر نے اپنے دُرّے سے اس قدر ان کی

پیٹھ پر مارا کہ خون بہنے لگا اور کہا کہ "چلو دو" جب ابوہریرہ نے دیکھا کہ کچھ بس

نہیں ہے تو کہا۔

- اچھا یہ بھی خدا کی راہ میں۔

- واہ خوب یہ تو تم اس وقت کہہ سکتے تھے کہ حلال سے پیدا کرکے خوشی

دیا ہوتا۔ تم اتنی دور سے بحرین آئے ہو کہ لوگوں کا مال خود کھاجاؤ نہ خدا کو دو اور نہ

مسلمانوں کو۔ تمھاری ماں میمہ نے سوائے گدھے چرانے کے اور کوئی کام تمھارے پس

نہیں کیا۔

پہلی سستی صدیق اور فاروق کے دور میں ابوذر بہت لطف اُٹھارہے تھے

اور اس زمانہ میں آزادی۔ خوش حالی۔ اور۔ انصاف دیکھکر خوش تھے۔ لیکن

سنہ ۲۳ ہجری میں جب عمر ایک ایرانی جوان کے ہاتھ سے قتل ہوئے تو اُن کے اندر

تکالیف بھڑک اُٹھے اور وہ دور دراز افکار میں مبتلا ہو گئے۔

ابوذر اُس عادل رعیت کو دوست رکھنے والے۔ اور۔ ملت نواز حاکم
کے مارے جانے سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ یہ تکلیف وہ سانحہ بھی اُن کے عمال کی
بدکاریوں کی وجہ سے پیش آیا۔ درآں حالیکہ عمر نے اپنی تمام کوشش اس میں صرف
کی کہ اُن کے معین کئے ہوئے حکام رعایا کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں اور پاکدامن رہیں۔

ابوذر اس بڑی شاہنشاہی کے نتیجہ پر غور کر رہے تھے جس کی بناء عربوں نے
کی اور جس کا سنگ بنیاد رکھنے میں ابوذر بھی اُن کے شریک تھے وہ ڈر رہے تھے کہ اس وقت
مسلمانوں کو جو غیر معمولی فتوحات حاصل ہو رہی ہیں اور اسی کی بدولت بے انتہا
دولت ہاتھ آ رہی ہے اور اس کی خاطر مسلمان قبائلِ عرب جزیرۃ العرب اور دوسرے
ممالک میں سکونت اختیار کر رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ اسلامی مساوات کا تصور
ان کے دماغوں سے نکل جائے جو اسلام کی سب سے اہم خصوصیت ہے۔ اور
وہ اس سے بھی خائف تھے کہ ان مسلسل فتوحات سے جزیرۃ العرب اور اس کے
باہر کے شہروں پر جو مسلمان قابض ہو رہے ہیں اگر بعض مسلم حکام ان پر ظلم کریں تو
عرب کی بہادری کی روح مکہ اور مدینہ سے نکل کر دوسرے شہروں میں منتقل
ہو جائے گی۔ اور عرب کی سیادت اُن کو مل جائے گی جو اس وقت اُن کے
عرب کے زیر اثر ہیں۔

ابوبکر اور عمر کے دورِ خلافت میں مال گذاری کے وصول کے طریقہ میں فرق تھا

عثمان کو اپنا جانشین بنا دیا۔ گو عمر نے اپنے بعد خلافت کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا لیکن یہ
کہا کہ "میرے بعد علی ابن ابی طالب۔ عثمان ابن عفان۔ سعد ابن وقاص۔ عبدالرحمٰن
ابن عوف۔ زبیر ابن العوام۔ طلحہ ابن عبیداللہ اور عبداللہ ابن عمر (بشرطیکہ وہ خلیفہ نہ ہوں)
مشورہ کریں۔ اگر ان میں دو گروہ ہو جائیں اور دونوں کے آراء برابر ہوں تو جس گروہ میں
عبداللہ ابن عمر ہوں وہی کامیاب سمجھا جائے۔

عمر کے انتقال کے بعد ان سات اشخاص نے مجلس شوریٰ تشکیل دی۔ کسی نے
عبدالرحمٰن ابن عوف سے کہا کہ "تم رائے نہ دو اور ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب
کرو جو سب سے زیادہ فاضل ہو۔ عبدالرحمٰن نے سب سے دریافت کیا کہ کس کو چاہتے ہو۔
بعض نے علی کا نام لیا اور بعض نے عثمان کا۔ عبدالرحمٰن نے علی سے کہا کہ "قسم کھاؤ کہ اگر
خلیفہ ہو جاؤ گے تو قرآن، پیغمبر کے احکام اور تم سے پہلے جو دو خلیفہ گذرے اُن کی
سیرت پر عمل کرو گے، علی نے کہا کہ میں اپنے علم و قدرت کے مطابق کام کرونگا۔

عبدالرحمٰن نے عثمان سے کہا "کیا تم اس شرط پر راضی ہو۔ عثمان نے کہا "ہاں"
عبدالرحمٰن اور دوسروں نے بھی اُن سے بیعت کرلی۔ ایسا نہ تھا کہ ابوذر نہ جانتے ہونگے
اسلام میں عثمان کا کیا درجہ تھا اور ان کی بردباری۔ پرہیزگاری اور بخشش سے بے خبر
ہوں۔ ہاں وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ عثمان اپنے اہل قرابت (بنی امیہ کے زیر اثر ہو کر
ان کو سب پر ترجیح دینگے۔ سب سے زیادہ یہ کہ جب عثمان خلیفہ ہوئے ہیں تو کافی
بوڑھے ہو چکے تھے اور اس وقت ان کی عمر ۷۰ تک پہنچ گئی تھی۔

انھوں نے کہا: "آگاہ رہو کہ میں اسلام کو اونٹ کے بچہ کی طرح لے چل رہا ہوں۔
جب اونٹ کا بچہ پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو نو سال کی عمر تک صحرا نوردی کرتا
ہے اور نو سال کے بعد اس میں گھٹاؤ شروع ہو جاتا ہے۔ اب اسلام میں
گھٹاؤ شروع ہو گیا ہے۔ آگاہ رہو کہ قریش خدا کا مال اس کے بندوں سے لے کر
اپنے ذاتی مصارف میں لانا چاہتے ہیں کیا خطاب کا بیٹا زندہ نہیں ہے میں ملت
کے حقوق کا محافظ ہوں۔ میں قریش کی گردن اور کمر پکڑے رہوں گا اور ان کو
آگ میں گرنے نہ دوں گا۔"

لیکن جب عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے عمر کا طریقہ اختیار نہ کیا۔ قریش
نے دیکھا کہ انکو کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں ہے دوسرے ممالک میں جاکر وہاں کے
لوگوں سے ربط پیدا کر لیا۔

اسلام میں جو مفلس تھے وہ اپنی اس حالت سے خوش نہ تھے (اس لئے)
وہ اجنبیوں سے مل کر ان کی مدد کرنے لگے اور اپنے دل کو ڈھارس دے رہے
تھے کہ یہ بادشاہ ہو جائیں گے اور اب ہم نے اُن سے آشنائی پیدا کر لی ہے
یہ پہلی سستی تھی کہ اسلام میں پیدا ہوئی۔

مسعودی کہتا ہے کہ عثمان نے دیہات و زمینات اپنے اہل قرابت کو بطور
جاگیر عطا کئے۔ خیبر کی مالگذاری پیغمبر نے مسلمانوں کو عطا کی تھی۔ ابوبکر اور عمر کے
زمانہ میں بھی عام مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی (عثمان) نے مروان کو بخش دیا۔

مال غنیمت جو مسلمانوں میں علی السویہ تقسیم ہونا چاہیے تھا۔ معاویہ اور ان کے اہل قرابت نے ہضم کر لیا اور مجاہدین اس سے محروم کر دیئے گئے۔

ان میں عرب کے اُن غنڈوں کو اکثریت تھی جو کہتے تھے کہ "فئی، خدا کا مال ہے اور مجاہدین صرف مزدوری پانے کے مستحق ہیں جو اُن کو ادا کر دی جاتی ہے"۔

جب ابوذر نے دیکھا کہ بعضوں کے لبوں پر جان ہے اور بعض نے کافی دولت جمع کر لی ہے انھوں نے مخالفت شروع کی یا اس سے بہتر الفاظ میں۔ انھوں نے اس لئے مخالفت شروع کی تھی کہ ایک گروہ دولت مند اور ایک جماعت مفلس کیوں ہے۔ اس نا انصافی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مخالف گروہ بننے لگا اور وقت کے لحاظ سے اپنی ناراضی کا اظہار اور حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا۔

ابوذر پیغمبر کی مسجد میں قرآن کریم کی آیتیں پڑھتے تھے۔ خصوصاً یہ آیۃ بار بار دہراتے تھے "والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون"۔ (ترجمہ) جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرکے راہ خدا میں نہیں دیتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دو جبکہ اس سونا اور چاندی کو تپا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغ داغ دیں گے یہی وہ چیز ہے جو تم نے ذخیرہ کی تھی اب اس کا مزا چکھو۔

ابوذر نے اس قدر یہ آیات و روایات پڑھے کہ جن کے حقوق پامال ہوئے تھے

کہہ رہا ہونگہ جو تمھارے مصرف سے بچ جائے وہی فقراء کو دیدو۔ فقراء کا یہ
حق سرمایہ داروں کی گردنوں پر ہے" اور خدا کہتا ہے کہ "تمھارے مال میں
فقراء و مساکین کا حق ہے۔

معاویہ نے ابوذر کو اپنے گھر سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ "کوئی ان سے نہ ملے۔"
لیکن کسی نے تعمیل نہ کی۔

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ جلام ابن جندب کہتے ہیں کہ "میں
قنسرین اور دوسرے شہروں پر معاویہ کی جانب سے مامور تھا۔ ایک روز
سرکاری کام سے معاویہ کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ ایک شخص دروازہ پر
کھڑا ہوا زور سے چلا رہا ہے کہ "آگ کے بوجھ تمھارے لئے آئے ہیں۔ جو نہی
عن المنکر نہ کرے خدا اس پر لعنت کرے اور جو امر بالمعروف نہ کرے خدا اس پر لعنت
کرے" معاویہ کا رنگ بدل گیا اور خوف ان پر غالب تھا۔ مجھ سے کہا کہ "اے
جلام کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو جو اس وقت چلا رہا ہے" میں نے کہا کہ "نہیں"
معاویہ نے کہا کہ "کون مجھے جندب ابن جنادہ کے ہاتھ سے چھٹکارا دلائے گا
ہر روز اسی وقت آ کر جو تم نے سنا چلا کر کہتا ہے۔ اس کو میرے سامنے لاؤ۔"
چند آدمیوں نے ابوذر کو کشاں کشاں لا کر معاویہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔
معاویہ نے کہا "اے دشمن خدا ہر روز ہمارے وقت پر آ کر یہی کام
کرتا ہے اگر میں محمد کے کسی صحابی کو عثمان کے بغیر اجازت قتل کرتا تو وہ تو ہوتا میں

تیرے لئے عثمان سے اجازت لیتا ہوں"۔

جلام کہتے ہیں میں چاہتا تھا کہ ابوذر کو دیکھوں اس لئے کہ وہ میرے قبیلہ سے تھے جب ان پر نظر پڑی تو ایک گندمی رنگ کے شخص کو دیکھا دبلا پتلا جھکی ہوئی معاویہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں خدا اور پیغمبر کا دشمن نہیں ہوں۔ تو اور تیرا باپ خدا اور پیغمبر کے دشمن تھے جو بظاہر مسلمان ہوئے اور باطن میں کافر تھے"!

صنعا کا باشندہ عبداللہ ابن سبا نامی دمشق میں رہتا تھا جو مسلمانوں کی سکونتی مقامات پر جاکر ابوذر کے تصورات (عدالت حق) کی تبلیغ کرتا تھا عبداللہ نے ابوذر سے کہا کہ "جبری سیاست اور مال جمع کرنے کی وجہ سے اس علاقہ کے باشندے بہت ناراض ہیں۔ یہ سنکر ابوذر اپنے ارادہ میں اور بھی مستحکم ہوکر تبلیغ میں شدت کرنے لگے۔ فقراء اور حاجت مند بھی زیادہ سے زیادہ جمع ہونے لگے یہاں تک کہ سرمایہ داروں کو ستانا شروع کیا (تاریخ اسلامی تالیف ڈاکٹر حسن ابراہیم ج ا صفحہ ۲۴۷) اس لئے سرمایہ دار بھی ابوذر کو دھمکانے لگے۔ ابوذر نے کہا کہ "بنی امیہ فلاس اور قتل سے ڈرا رہے ہیں۔ میرے لئے زمین کے اوپر رہنے سے زمین کے نیچے رہنا ہی بہتر ہے میں فقراء کو دولت مندوں سے زیادہ دوست رکھتا ہوں"۔ ابوذر کی تبلیغ روز بروز ترقی کر رہی تھی یہاں تک کہ لوگوں کے دماغوں میں انقلاب کا مادہ جمع ہوگیا اور قریب تھا کہ

دن رات ان ہی کے ساتھ رہتے ہیں۔ ابوذر مجھے کام نہیں کرنے دیتے مجھے اطمینان نہیں ہے کہ آپ بھی ان سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر آپ کو اہل شام کی ضرورت ہے تو ابوذر کو بلا لیجئے۔ کیونکہ انہوں نے شامیوں کو آپ سے بدگمان کر کے ان کے دلوں میں آپ کی عداوت پیدا کر دی ہے۔ وہ (شامی) سوائے ابوذر کے اور کسی سے مشورہ نہیں کرتے اور سوائے ابوذر کے ان پر کوئی حکومت نہیں کر سکتا۔"

عثمان نے جواب میں لکھا "یہ فتنہ بالکل آشکار ہو چکا ہے صرف چھیڑنے کی دیر ہے تم اس تیار زخم کا منہہ نہ کھولو۔ ابوذر کو ایک نہایت شریر اونٹ پر سوار کر کے ایسے شخص کے ہمراہ روانہ کرو جو ان پر بہت سختی کرے۔ لوگوں سے کچھ غرض نہ رکھو تم جب تک خاموش ہو وہ بھی خاموش رہیں گے۔"

اس جواب سے معاویہ کی جان میں جان آگئی۔ فوراً حکم دیا کہ "ابوذر کو ایسے اونٹ پر سوار کیا جائے کہ جس کی پشت پر صرف لکڑی کا پالان ہو اور وہ زین کہ جس پر کپڑا ہو اور نہ چمڑا، اور پانچ سرخ پوست سیاہی ان کے ہمراہ ہوں"

جب ابوذر روانہ ہونے لگے بہت سے لوگ ان کے اطراف جمع ہو گئے اور چاہا کہ ان کو نہ لے جانے دیں۔ ابوذر نے ان کو مخاطب کر کے کہا "لوگو میں تم کو ایسی نصیحت کرتا ہوں کہ جس پر عمل کرنے سے تمہارا فائدہ ہے۔ میں فساد اور اختلاف نہیں چاہتا۔ خدا کا شکر کرو (حاضرین نے کہا۔ الحمد للہ) ابوذر نے کہا

سوار دونوں تھک گئے تھے۔ کیونکہ تنگ دل نگہبانوں نے مہلت نہ دی اور نہ اتنا موقع دیا کہ سایہ میں چلیں۔ وہ اس لئے شب و روز چلنے پر مجبور کر رہے تھے کہ ابوذر کے طرف داروں اور ان مظلوم قبائل کو جو ان ظالموں کے ظلم سے دبے جا رہے تھے۔ ابوذر کی شہر بدری کی اطلاع ہونے سے پہلے اس بوڑھے سرکش کو مدینہ پہنچا دیں۔

بوڑھے نے بہت دور تک اس وسیع صحرا پر نظر ڈالی اور نظر کے ساتھ اپنے تصورات بھی بطور بدرقہ کے چاروں جانب دوڑائے۔ اس کے چہرہ سے شجاعت، زہد، کارکردگی، پاکدامنی، اور تقوی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ اپنے دل سے پوچھ رہا تھا۔ یہ مصیبت کس لئے۔ کیا میں حق پر ہوں یا باطل پر؟"

اس موقع پر عالم خیال میں افق کے کنارہ اپنے محبوب پیغمبر کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ کہ محبت کی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے کہہ رہے ہیں۔ "ابوذر حق کی راہ میں کس قدر بلائیں تجھ پر پڑیں گی۔ ابوذر حق کہنا اگرچہ تلخ ہو۔ حق کی راہ میں کسی کے طعن سے نہ ڈر" اس وقت ان کا سینہ کھلتا تھا اور اطمینان کی سانس لے کر پیغمبر کی ان نصیحتوں کو یاد کر رہے تھے جو ان سے اور دوسرے اصحاب سے کہا کرتے تھے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں اور خدا کو تم پر جانشین کرتا ہوں۔ تم کو خدا سے ڈراتا ہوں۔ میں تم کو خدا سے ڈرانے والا ہوں۔ خدا کے ملک اور اس کے بندوں کے بھروسہ پر خدا سے گستاخی نہ کرو۔ خدا نے تم سے اور مجھ سے کہا ہے کہ "آخرت کی نیکیاں ان کے لئے ہیں جو زمین پر فتنہ و فساد نہیں کرتے۔ یہ نیکیاں پرہیزگاروں کیلئے ہیں۔"

بوڑھا مسافر اطراف کی زمینوں سے نسیم اطمینان کی بو سونگھ رہا تھا۔

آسمان صاف اور خدا کی رحمت کارفرما۔ بوڑھے کی زبان پر خدا و رسول کے ارشادات جاری اور دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ حکام و ملازمین خود سری کر کے خدا کے بندوں کا رزق ذخیرہ کر رہے ہیں اس کا مقصد کیا ہے۔ کیا اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ہم غربا سے زیادہ اس مال کے مستحق ہیں۔ حالانکہ ان بیچاروں (غربا) نے اسلام کی آواز لوگوں کے کانوں تک پہنچائی اور اپنے قوی بازوؤں سے اسلام کی مدد کی۔

جب کہ افکار ابوذر کو ایک طرف سے دوسری طرف لے جا رہے تھے وہ اپنے دل سے پوچھ رہے تھے کہ "یہ مغرور متکبر کیوں اپنے آپ کو اور اپنے اہل قرابت کو ہم پر حاکم سمجھ رہے ہیں۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایک روز میں نے بلال کو طعنہ سے کہا کہ "تمھاری ماں عرب نہیں ہے" انھوں نے میری شکایت کی۔ پیغمبر نے مجھے بلا کر سرزنش کی اور کہا" ابوذر تم اُن گوروں اور کالوں سے اگر بہتر ہو تو فقط عمل کی وجہ سے" یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ کیوں اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھ رہے ہیں۔ کیوں اس رزق پر قبضہ کر رہے ہیں جس کو حاصل کرنے میں خود انھوں نے کوئی زحمت نہیں اٹھائی۔ قرآن میں خدا نے کہا ہے "لیس للانسان الا ما سعیٰ" (ترجمہ) انسان کا اُس میں کوئی حصہ نہیں ہے جس کے حاصل کرنے میں وہ کوشش نہ کرے۔

کیوں یہ لوگ بے سوچے سمجھے ذخیرہ کرتے ہیں کہ وہ مال حلال سے حاصل ہوا ہے یا حرام سے دراں حالیکہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اس پر غور نہ کرے کہ کہاں سے مال حاصل کیا ہے خدا بھی اس پر غور نہیں کرتا کہ کس راستہ سے اس کو جہنم میں داخل کرے۔

کیوں اس مال کو نیکی یا عوام کے فائدہ کے لئے خرچ نہیں کرتے جب کہ اس طرح خرچ نہ کرنے والوں کو خدا نے عذاب دردناک سے ڈرایا ہے۔

کیوں یہ غلام و کنیز روز بروز زیادہ ہو رہے ہیں درانحالیکہ قرآن ان کو شوق دلا رہا ہے کہ جس طرح ہو سکے اون کو آزاد کرو۔ کیوں یہ بیچارے (غلام و کنیز) اس قدر ظلم سہہ رہے ہیں۔ دھتے کھا رہے ہیں جب کہ پیغمبر نے کہا ہے کہ "تم جو کھاؤ اور جو پہنو وہی ان کو بھی کھلاؤ اور پہناؤ"

یہ خیالات ابوذر کے دلی رنج و غم کو ابھار رہے تھے لیکن جس مقدس جہاد کا ارادہ انہوں نے کر لیا تھا (یعنی حق کی راہ میں جہاد اور انصاف کو برقرار رکھنا) اس کو مستحکم کر لیا۔

اسی وقت آفتاب کی خونیں شعاعیں مدینۂ پیغمبر کے آخریں نقطۂ افق کو روشن کر رہی تھیں (جب کہ آفتاب مغرب کی طرف جا رہا تھا) شہر نظر آیا اور ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی گویا وہ ایک قافلہ سالار کی آواز تھی جو راستہ کے پیچ و خم کے موقع پر اہل قافلہ کو آگاہ کرتا ہے کہ اطمینان و ہمت کے ساتھ قدم جمائے ہوئے آگے بڑھو! یہ آواز تھی "اللہ اکبر"

اس وقت ابوذر ان مکانوں تک پہنچ گئے تھے جہاں سے شہر کی آبادی شروع ہوتی ہے۔ اونٹ بھی چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ نگاہ بان اس بے زبان حیوان کو لکڑی سے مار کر جلد چلنے پر مجبور کر رہے تھے۔ جس گھر کے قریب پہنچتے اذان

کہنے والوں کی آوازیں سنائی دیتیں۔ گویا لوگوں کو آفتاب غروب ہونے کی اطلاع دے رہے ہیں اور نہایت اطمینان و ثبات کے ساتھ کہہ رہے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَر۔

ابوذر نے اس قدر اذان کہی اور سنی تھی کہ اُن کو اذان سے انس ہو گیا تھا۔ لیکن اس وقت یہ کلمہ۔ ایسا کلمہ کہ جس نے سرکشوں کے تخت کو الٹ دیا اور ظالموں کے دل لرزنے لگے۔ ان اذکار کے ساتھ جو ابوذر کے دماغ میں گردش کر رہے تھے ایک خاص تعلق رکھتا تھا جیسا کہ وہ تصور کر رہے تھے کہ یہ کلمہ آہ و نالہ کے نغموں پُر لطف۔ اُتار چڑھاؤ اور پاٹ دار آواز کے ساتھ آسمان سے ان کے دل اور کانوں تک پہنچ کر مژدہ پراندام کرتے ہوئے کامل اطمینان دلا رہا ہے کہ خدا سرکشوں اور ظالموں سے بڑا ہے۔ اس وقت ابوذر نے سمجھا کہ اُنھوں نے جو مقابلہ شروع کیا ہے۔ ہر طرح درست ہے۔ اس وقت لاغر اونٹ پر بیٹھے ہوئے انہوں نے اس طرح اپنی کمر سیدھی کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک (فوجی) افسر نے حملہ کے لئے جو نقشہ سوچا تھا بالکل ٹھیک ثابت ہوا اسی پر عمل کرنا چاہیے۔

مدینہ کے باہر کوہ "سلع" تک پہنچ کر ابوذر نے دیکھا کہ شہر کے لوگ پہاڑ کے دامن میں جمع ہیں انہوں نے تین مرتبہ ان سے کہا "مدینہ کے لوگوں کو لوٹ مار۔ پراگندگی۔ اور سخت تباہ کرنے والی جنگ کی خوشخبری دو"

اسی حالت سے وہاں تک پہنچے جہاں عثمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی عثمان نے کہا۔ خدا عمر کو اپنے قریب نہ کرے۔

- خدا کی قسم میرے ماں باپ نے میرا نام عمر نہیں رکھا ہے۔ لیکن خدا اس کو غزدیک نہ کرے جو اس کی نافرمانی کرکے اپنے نفس کی ہوا و ہوس کی پیروی کرتا ہے۔

- تو نے ایسا اور ویسا کیا ہے۔

- میں نے تم کو اور تمہارے ساتھی (معاویہ) کو نصیحت کی ہے لیکن دونوں سمجھ رہے ہیں کہ میں دھوکہ دے رہا ہوں۔

- لیکن تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو۔ تم فتنہ چاہتے ہو۔ تم نے اہل شام کو ہماری مخالفت پر آمادہ کیا ہے۔

- اپنے دو رفقا (ابوبکر و عمر) کی پیروی کرو۔ پھر کوئی تم پر نکتہ چینی نہیں کریگا۔

- بے ماں کے بچے تجھے ان باتوں سے کیا کام ہے۔

عثمان سے بہت گالیاں سننے کے بعد ابوذر نے کہا "خدا کی قسم میں نے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔

- پھر کیوں لوگ تمہاری بدزبانی کے شاکی ہیں۔

- شامیوں کو مجھ سے شکایت نہیں ہے۔ ہاں ایک مختصر سا گروہ دولت اور غلہ ذخیرہ کرکے مستحقین اور حاجت مندوں کو نہیں دے رہا ہے وہی میرا مخالف ہو گیا ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنا حق تم لو اور دوسروں کا حصہ ان کو پہنچا دو۔ بس یہی بات ان کو بری لگتی ہے۔ عثمان نے کہا کہ "کیا وہ حرام کا مال کھانا چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ عثمان نے چلا کر کہا "مجھ سے کہو کہ میں اس جھوٹے بڈھے کے ساتھ کیا کروں۔ اِس کو قتل کر دوں۔ پیٹوں یا اِس کو سلطنت اسلامی سے باہر نکال دوں۔ اِس نے مسلمانوں کو پریشان کر رکھا ہے"

علیؑ ابن ابی طالبؑ نے کہا کہ "میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو مومن آلِ فرعون نے کہی تھی۔ ابوذر کو چھوڑ دو۔ اگر جھوٹ کہتے ہیں تو اس کا خمیازہ وہی بھگتیں گے۔ اور اگر سچ کہہ رہے ہیں تو اِن میں سے بعض کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اِس سے بڑھ کر میں نے خود پیغمبر سے سنا ہے۔ "درختوں نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اپنی پشت پر ابوذر سے زیادہ سچ کہنے والا نہیں اُٹھایا"

عثمان غضبناک ہو گئے۔ یہاں تک کہ اُن میں اور علیؑ میں جھگڑا ہو گیا۔ عثمان نے سخت تاکید کر دی کہ ابوذر سے کوئی نہ ملے کوئی اُن سے بات کرے اور نہ فتویٰ پوچھے۔ لیکن زیادہ سے زیادہ لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے اور مسلسل فتوے جاری ہونے لگے۔

ابوذر کہتے تھے "خدا کی قسم اگر میرے گلے پر تلوار رکھ دی جائے اور مجھے اطمینان ہو کہ میرا سر جدا ہونے سے پہلے میں ایک کلمہ بھی کہہ سکوں جو میں نے پیغمبر سے سنا ہے تو ضرور کہوں گا"

عثمان نے کہلا بھیجا کہ "وہ آیات و احادیث بیان نہ کریں جو فقراء کو مالداروں کے خلاف اُبھارتے ہیں" ابوذر نے کہا کہ "عثمان مجھے قرآن پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔

دینار پیش کیے لیکن ابوذر نے قبول نہ کیا۔ غلام نے کہا کہ "میری آزادی اس پر منحصر ہے کہ آپ یہ رقم قبول کریں"۔

"ہاں اگر میں قبول کرلوں تو تو آزاد ہو جائے گا لیکن میں غلام بن جاؤں گا۔

ایک روز عثمان نے اُن کو (ابوذر کو) بلایا اور چاہا کہ اُن کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ ابوذر جب وہاں پہنچے تو کعب الاحبار اور کچھ لوگ عثمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمان نے کہا کہ "اے ابوذر تم کب اپنے ان کاموں سے دستبردار ہو گے"!

"جب تک کہ فقرا کا حق مالداروں سے نہ دلادوں"۔

عثمان نے حضار سے مخاطب ہو کر کہا "اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے تو کیا اُس کے ذمہ کسی کا حق رہ سکتا ہے"۔ کعب نے کہا "نہیں۔ ہمارے امیر المومنین۔ اگر اپنے مال کی زکوٰۃ دے کر وہ ایسا محل تعمیر کرے کہ ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہو تو اس کے ذمہ کچھ بھی واجب الادا نہیں ہے"۔

ابوذر نے اپنی عصا سے کعب کے سینہ پر مار کر کہا "جھوٹ کہتا ہے" اور یہ آیت پڑھی۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا

والصّابرین فی الباساء والضّراء وحین الباس اولئك الذین صدقوا واولئك ھم المتقون"۔ (ترجمہ) نیکی یہ نہیں کہ اپنا منہہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ نیک کام کرنے والے وہ ہیں جو خدا اور قیامت اور ملائکہ اور قرآن اور پیغمبر پر ایمان لائیں اور محض خدا کی خوشنودی کے لئے اپنا مال اپنے (یا پیغمبر کے) اہل قرابت کو دیں (اس مقام پر ذوی القربیٰ سے دونوں مراد لئے ہیں) اور یتیموں اور بے خانماں لوگ اور وہ مسافر جو عالم مسافرت میں نادار ہو گئے ہوں اور فقراء اور کنیز و غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے دیں۔ اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور جو وعدہ کر کے وفا کرتے ہیں اور جو تنگدستی اور بیماری اور جنگ کے وقت سختیاں برداشت کرتے ہیں یہی لوگ سچے اور متقی ہیں (۱۷۵ سورہ بقر مترجم فارسی)

اس کے بعد کہا "اے کعب کیا تو نہیں دیکھتا کہ زکوٰۃ دینے اور ذوی القربیٰ و یتامیٰ و فقراء اور کنیزوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں فرق دکھلایا ہے اور ان کو زکوٰۃ پر مقدم کیا گیا تو نہیں دیکھتا کہ مال جمع کرنے کی ممانعت اور نیک کام میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے"

کعب نے اصرار سے کہا کہ "جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردے اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے"۔ ابوذر نے پھر اپنی عصا سے اس کے سینہ پر مار کر کہا "اگر کوئی شخص کسی کے مال پر غاصبانہ قبضہ کرے اور بغیر استحقاق کے کسی کا حق لے لے پھر وہ مال جس پر غاصبانہ قابض ہوا۔ اور وہ حق جو بلا استحقاق لوگوں سے چھینا ہے اس کی زکوٰۃ دے تو کیا تو ایسے شخص کو مسلمان سمجھتا ہے کہ اس نے وہ واجبات ادا کردئے جو اس کے ذمہ تھے۔

پھر کہا اور (عثمان کے) گھر سے باہر نکل گئے۔

دوسرے روز عثمان کے گھر پہنچے۔ دیکھا ایک لاکھ درہم ان کے سامنے رکھے ہوئے ہیں جو مختلف مقامات سے اُن کے لئے لائے گئے تھے۔ لوگ اُن کو گھیرے ہوئے رقم پر آنکھ لگائے اس طمع میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان یہ رقم اُن کو تقسیم کر دیں گے۔

ابوذر نے کہا "یہ رقم کیسی"

"ایک لاکھ درہم جو مختلف مقامات سے میرے لئے لائے ہیں میں چاہتا ہوں کہ بس ہیں اور ایک لاکھ درہم شامل کر کے اس کے متعلق غور کروں گا" لوگوں کو دیکھ کر۔

"کیا امام اس شرط پر یہ مال بطور قرض لے سکتا ہے کہ جب اس کے پاس رقم آئے تو ادا کر دے۔"

ابوذر نے کہا "نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"

کعب نے کہا کوئی روک نہیں ہے"۔

ابوذر نے "اے! کیا کہہ رہا ہے" اور اپنی عصا سے اس کے سینہ پر مارا (مروج الذہب ج ا صفحہ ۴۲۸) اور عثمان سے کہا "کیا ایک لاکھ درہم زیادہ ہیں یا چار دینار"۔

"عثمان! یاد ہے کہ میں اور تم پیغمبر کے پاس گئے۔ پیغمبر مغموم و محزون تھے ہم نے سلام کیا لیکن ہمیشہ کے موافق کشادہ پیشانی کے ساتھ آپ نے جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز ہم نے جا کر سلام کیا۔ آپ خوش و مسرور تھے۔ ہم نے سبب پوچھا تو آپ نے کہا

مُسلمانوں کے مال میں سے چار دینار تقسیم نہ کرسکا اور وہ میرے پاس رہ گئے۔ مجھے خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور وہ میرے پاس رہ جائیں آج میں نے تقسیم کر دیئے" اور بے فکر ہو گیا۔" عثمان تم اور تمھارے مصاحبین کیا کہتے ہیں اور پیغمبر نے کیا کہا"

عثمان نے ڈانٹ کر کہا۔ "ابوذر تم بڈھے ہو گئے سٹھیا گئے ہو۔ اگر تم پیغمبر کے صحابی نہ ہوتے تو تم کو قتل کر دیتا" ابوذر بغیر کسی انتظار کے باہر نکل آئے۔

شہر بدری

مہینے گزر گئے نہ وہ (ابوذر) کسی کے پاس بیٹھتے تھے اور نہ کسی کے گھر جاتے تھے مسجد میں تمام دن نماز میں بسر کرتے۔ خاموشی کے ساتھ سوچتے رہتے اور کسی سے بات نہ کرتے (البتہ) اگر کوئی شخص مسئلہ پوچھتا تو جواب دیدیتے۔ یہاں تک کہ ایک دن عبدالرحمٰن ابن عوف کا متروکہ عثمان کے پاس لایا گیا۔ مال اس قدر زیادہ تھا کہ کافی جگہ گھر گئی تھی عثمان نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ عبدالرحمٰن کی عاقبت بخیر ہوئی کیونکہ اس نے صدقہ دینے اور مہمان نوازی کے بعد اتنا مال چھوڑا جو دیکھ رہے ہو!"

کعب الاحبار نے کہا "عبدالرحمٰن نے حلال سے کمایا تھا۔ مال حلال لوگوں کو دیتے تھے اور مال حلال چھوڑ گئے خدا ان کو دنیا اور آخرت کی نیکی دے!"

جب ابوذر نے سنا کہ وہ عثمان سے یہ کہہ رہے ہیں غضبناک ہو کر وہاں سے باہر نکل آئے ان کے چہرہ سے معلوم ہو رہا تھا کہ ان کو سخت صدمہ ہو رہا ہے۔ اسی حالت میں وہ کعب کی تلاش میں گلی گلی پھرنے لگے۔ راستہ میں اونٹ کی ہڈی نظر آئی۔ اٹھا کر بجائے عصا کے ہاتھ میں رکھ لی۔ ان کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔

کسی نے کعب سے کہا کہ "ابوذر تم کو ڈھونڈھ رہے ہیں"۔ کعب ڈر کے مارے بھاگ کر عثمان کے گھر پہنچ گئے۔ ساتھ ہی جب ابوذر بھی وہاں پہنچ گئے تو کعب عثمان کے پیچھے چھپ گئے۔

ابوذر چلائے۔ "ہاں اے کعب تو کہتا ہے کہ خدا دنیا اور آخرت کی نیکیاں اس کو دیتا ہے جس نے یہ مال چھوڑا۔ تو خدا سے اس طرح گستاخی کرتا ہے۔ مجھے بتا کہ عبدالرحمن نے یہ مال کہاں سے پیدا کیا۔ کیا اُن کے لئے خدا نے آسمان سے بھیجا یا یہ مال لوگوں کے حصہ کا ہے جس کو ان لوگوں نے محنت سے کمایا تھا۔ قسم خدا کی اس مال کا مالک قیامت کے دن آرزو کرے گا کہ کاش یہ مال بچھو ہو کر اس کے دل پر ڈنک مارتے"!

اس کے بعد کنز کے علامات جو پیغمبر کی زبان سے سُنے تھے۔ اختصار کے ساتھ بیان کیے۔ اور یہ بھی کہا کہ "پیغمبر نے مجھ سے کہا تھا" "ابوذر مجھے گوارا نہیں ہے اگر میں مر جاؤں تو میرے پاس سے ایک قیراط بھی نکلے"۔ اے کعب پیغمبر تو یہ کہتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ عبدالرحمن اس مال کے جوابدہ نہیں ہیں ہر مال (سونا یا چاندی) میں جب مخالفت کی جائے تو اس کے مالک کے لئے وہ آگ ہے جب تک کہ اس کو راہ خدا میں نہ دے لے۔ پھر بھی تو عبدالرحمن کو اس مال کا ذمہ دار نہیں سمجھ رہا ہے"!

"کعب! خدا کی قسم تو اور وہ شخص جو تیرا ہم خیال ہے جھوٹ کہہ رہا ہے"۔ یہ کہہ کر اس عصا سے جو ہاتھ میں تھا (اونٹ کی ہڈی) کعب کے سر پر مارا۔ ان کا سر پھٹ گیا (اعیان الشیعہ ج ۱۷ صفحہ ۳۴۷ و مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۴۳۸)

یہ واقعہ عثمان پر سخت ناگوار گزرا۔ ان کا سینہ اس قدر بھر گیا قریب تھا کہ پھٹ جائے۔ عثمان آرزو کرتے تھے کہ یہ سرکش۔ جو بڑھا۔ سوائے ابوذر کے اسلام قبول کرنے والوں میں پانچویں۔ پیغمبر کے صحابی اور مددگار) کوئی اور ہوتا تو اس وقت میں دیکھ لیتا کہ کس طرح اس کی زبان بند کر کے گستاخی کی سزا دوں۔ باوجود اس کے وہ اپنے غصہ کو روک نہ سکے ابوذر کی طرف پلٹ کر سخت لہجہ میں کہا "مجھے کہاں تک تکلیف دو گے۔ میرے سامنے سے نکل جاؤ۔ خدا کی قسم میں اور تم ایک جگہ نہیں رہ سکتے باہر چلے جاؤ۔"

ابوذر نے کہا "عثمان سنبھلو۔ کیا تم نے پیغمبر۔ ابوبکر۔ اور عمر کو نہیں دیکھا ہے کیا تم ان کے طریقہ پر چل رہے ہو۔ تم شل ایک ظالم ستمگر کے مجھ پر سختی کر رہے ہو۔"

عثمان نے اصرار سے کہا "باہر جاؤ۔ ہمارے حدود سلطنت اور ہمسایہ سے نکل جاؤ" ابوذر نے دیکھا کہ عثمان بہت بگڑ گئے ہیں۔ کہا کہ "مجھے بھی تمہارا ہمسایہ برا معلوم ہوتا ہے۔ اچھا تم ہی کہو کہاں جاؤں۔"

- "جہاں چاہو چلے جاؤ۔"

- "مکہ جاتا ہوں۔"

- "نہیں خدا کی قسم ممکن نہیں۔"

- "پھر۔ شام چلا جاؤں۔ جو جہاد کی زمین ہے"

- "تم نے شامیوں کو میرے خلاف کر دیا اس لئے میں نے تم کو یہاں بلوا لیا اب

میں پھر تم کو شام بھیجوں گا۔"

"اچھا عراق جاتا ہوں"۔

"نہیں ہو سکتا تم کو ہرگز عراق نہ جانا چاہیے۔ عراقی خلیفہ اور حکومت کے ملازمین کے ساتھ بہت گستاخ ہیں"۔

"کہو تو مصر چلا جاؤں"۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ان شہروں کے سوائے اور جگہ انتخاب کرو"۔

ابوذر بہت جھنجلا گئے تھے۔ کہا "خدا کی قسم جو مقامات میں نے بتلائے ان کے سوائے اب کوئی دوسری جگہ منتخب نہ کروں گا۔ اگر میری مرضی پوچھتے ہو تو مدینہ چھوڑنا نہیں چاہتا۔ جب تم کو اصرار ہی ہے تو جہاں تمہارا جی چاہے بھیج دو"۔

"تم کو بیابان میں بھیجے دیتا ہوں"۔

"کیا شہری زندگی کے بعد جنگلی عرب بن جاؤں۔ بہت اچھا۔ نجد کے جنگل میں چلا جاتا ہوں"۔

"نہیں ہمارے ملک سے دور اور بہت دور نکل جاؤ۔ آج ہی جاؤ۔ اور تم کو ربذہ جانا ہوگا"۔

عثمان نے مروان اور اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا "ابوذر کو باہر لے جاؤ اور ان کو ایسے اونٹ پر سوار کرو جس کی پیٹھ پر صرف لکڑی کا پالان ہو (یا لاد پر چمڑا منڈھا نہ ہو) اور بہت ہی بے رحمی کے ساتھ ربذہ پہنچا دو جہاں اُن کا کوئی

ہمدم نہ ہو۔ آیندہ خدا جو کرے"۔

جی حضوری خوشامدیوں نے ڈنڈوں سے ابوذر کو گھر سے باہر نکالا (اعیان الشیعہ ج ۷ صفحہ ۵۰۹)

عثمان نے اعلان کرادیا کہ "ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے کوئی نہ جائے اور نہ کوئی ان کے ساتھ رہے"۔ خوف کے مارے لوگ بھی ابوذر سے الگ ہو گئے۔ جب علیؑ ابن ابی طالب نے سنا کہ ابوذر کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جارہا ہے اس قدر روئے کہ ڈاڑھی بھیگ گئی۔ کہا "افسوس پیغمبرؐ کے صحابی کے ساتھ یہ عمل ہو رہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"۔ اپنے بھائی عقیل اپنے دونوں بیٹے حسنؑ حسینؑ اور چند اصحاب کے ہمراہ ابوذر کے پاس گئے۔

حسنؑ ابوذر سے باتیں کر رہے تھے۔ مروان نے کہا "حسن بارک اللہ کیا نہیں جانتے کہ امیرالمومنین نے حکم دیا ہے کہ اس شخص سے کوئی بات نہ کرے"۔

(یہ سن کر) سخت غصہ کی حالت میں مروان کے قریب پہنچ کر علیؑ ابن طالب نے اس کے گھوڑے کے سر اور کانوں پر تازیانہ مارا اور کہا "دور ہٹ جا خدا تجھے جہنم میں ڈالے"۔

مروان شرمندہ ہو کر بہت ہی غصہ سے بھرا ہوا عثمان کے پاس آیا اور وہاں جو واقعہ گزرا تھا بیان کر دیا۔

علیؑ نے ابوذر سے کہا "اے ابوذر۔ تم خدا سے ڈر رہے ہو اور یہ لوگ

اپنی دنیا کے لئے ڈر رہے ہیں چونکہ تم اپنے دین کے لئے ڈر رہے ہو اس لئے یہ لوگ یہ مصائب تم پر ڈال کر تم کو شہر بدر کر رہے ہیں۔ "اے ابوذر اگر کسی پر زمین و آسمان کے راستے بند کر دیئے جائیں اور اس کے دل میں خدا کا خوف ہو تو خدا اس کے لئے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے" اے ابوذر "سوائے خدا کے کسی سے محبت نہ کرو اور سوائے باطل کے کسی چیز سے نہ ڈرو۔"

علیؑ نے اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ سے کہا "اپنے چچا کو رخصت کرو" اور عقیل سے کہا "اپنے بھائی سے رخصت ہو لو" سب نے نہایت رنج و افسوس کے ساتھ ابوذر کو رخصت کیا۔ اور ابوذر نے روتے ہوئے کہا "اے خانوادۂ رحمت خدا تم کو بخشے میں جب آپ کو دیکھتا ہوں تو پیغمبر یاد آتے ہیں۔ مجھے مدینہ میں سوائے آپ لوگوں کے اور کسی سے دل بستگی نہ تھی۔ میں مدینہ اور شام میں معاویہ اور عثمان کے کاندھوں پر بوجھ تھا۔ عثمان نے نہیں چاہا کہ میں ان کے اور ان کے ماموں زاد بھائی کے قریب رہوں (اس لئے) کہ کہیں میں ان مقامات کو خراب نہ کر دوں مجھے ایسی جگہ بھیجا ہے کہ سوائے خدا کے میرا اور کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔"

ابوذر اس طرف روانہ ہو گئے جہاں بھیجے جا رہے تھے اور ان کی مشایعت کرنے والے مدینہ واپس ہوئے۔

جب ابو درداء نے ابوذر کے اخراج کی خبر سنی تو کہا "انا للہ و انا الیہ راجعون" اگر ابوذر میرا ہاتھ یا اور کوئی عضو کاٹ دیتے تو میں ان کو

کچھ نہ کہتا اس لئے پیغمبر اُن کی بہت عزت کرتے تھے۔"

صاحب درجات الرفیعہ کہتے ہیں کہ "عبداللہ ابن مسعود کوفہ میں تھے جب انہوں نے سنا کہ ابوذر ربذہ بھیجدے گئے تو کوفہ کے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا۔ اور کہا کہ " لوگو کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے " ثم انتم ھؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقا منکم من دیارھم" (ترجمہ) پھر وہی تم ہو کہ اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو اپنے ملک سے نکالتے ہو"۔ یہ اشارہ عثمان کی طرف تھا۔ ولید نے عثمان کو اطلاع دی۔ عثمان نے حکم دیا کہ "انکو مدینہ بھیجدو" جب عبداللہ ابن مسعود مسجد میں عثمان کے روبرو کھڑے ہوئے عثمان نے اپنے ایک حبشی غلام کو حکم دیا کہ " اس کو مسجد سے نکال دو" اس نے ابن مسعود کو مسجد سے باہر نکال کر زمین پر دے مارا۔ وہاں ان کے مکان میں اُن کو قید کر کے کھانے کے لئے کچھ نہ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

ابوذر ربذہ پہنچے جہاں اُن کو بھیجا گیا تھا۔ اس سفر میں اُن کی بی بی۔ لڑکے اور۔ لڑکی کے سوائے اور کوئی ساتھ نہ تھا۔ ربذہ پہنچ کر بجائے اس کے کہ گذشتہ مصائب پر اظہار رنج اور آنے والی تکلیف کی فکر کرتا انہوں نے اس خشک اور خالی صحرا میں بستر لگا دیا۔

وہ سمجھ رہے تھے کہ سچائی اور حقیقت کی طلب نے اُن کو یکہ و تنہا اس بیابان میں بسایا ہے وہ بالیقین کے ساتھ جانتے تھے کہ حق اور حقیقت کا ساتھ دینے والا

خدا ہے۔ یہی تصور ان کے اطمینان قلب کے لیئے کافی تھا۔ خدا جیسا مددگار رکھتے
ہوئے ان کو کچھ خوف نہ تھا۔ اور سوائے خدا کے وہ کسی اور کی مدد کے طالب ہی
نہ تھے۔

سن رسیدہ بڈھا ایسی حالت میں زندگی گذارتے ہوئے فقر اور مشکلات کا
مقابلہ کر رہا تھا۔ کئی طولانی راتیں گذریں جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو ان کے
ارادے میں کبھی سستی نظر نہ آئی۔ وہ صحرا کی جلتی ہوئی ریت پر ایک پھٹے کمبل کے
نیچے بسر کر رہے تھے لیکن اس کو ان آراستہ محلوں سے بہتر سمجھ رہے تھے جنھیں غربا سے (مفت)
خدمت لے کر تعمیر کیا گیا تھا ان غربا کو خاک نشین بنا دیا گیا تھا۔

رات کا سناٹا چھایا ہوا۔ اطراف واکناف دور دور تک خاموشی کا د
ورہا۔ اکثر چاندنی راتوں میں ابوذر اس وسیع میدان کے افق پر ٹکٹکی باندھے صبح کر دیتے
اور اس منظر سکوت اور آرام کو حیات جاودانی سمجھ رہے تھے اور ان کو اطمینان تھا
کہ ان کا یہ نظریہ ان کے بعد بھی زندہ اور پائندار رہے گا اور فتح و کامرانی کی کوشش جاری
رہے گی چاہے اس کامیابی کو حاصل کرنے کے لیئے ایک ہزار سال ہی گذر جائیں۔
جو بلا آتی ابوذر سہہ لیتے وہ دیکھ رہے تھے کہ چند بکریاں جو ان کے پاس تھیں
ایک کے بعد ایک مر رہی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی لڑکی بھوک برداشت نہ کر کے
ان کی آنکھوں کے سامنے رخصت ہوگئی اور اب یہ کالی بلا (موت) ان کے لڑکے کے
لئے تیاری کر رہی ہے مجبوراً مدینہ لوٹ کر عثمان کے گھر پہنچے۔

ابوذر نہایت فرسودہ حالت سے عثمان کے دربار میں داخل ہوئے
سفید بالوں سے اُن کا سر ڈھنکا ہوا تھا جس سے ایک مخصوص جلالت نمایاں
تھی۔ کبر سنی کی وجہ سے قد خمیدہ اور ان کا بدن تقریباً برہنہ تھا۔ ہر جانب سے
سہمی ہوئی نگاہیں جن سے شفقت و احترام کا احساس بھی نمایاں تھا ابوذر کے
سوکھے ہوئے چہرے۔ جھریاں۔ پڑی ہوئی پیشانی اور لاغر جسم پر پڑنے لگیں محض
ہڈی اور چمڑہ رہ گیا تھا۔

زمانہ کی گردش اور پے در پے مصائب نے اس بوڑھے کو بالکل توڑ دیا تھا۔
عثمان کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ عثمان کے چہرے پر اپنی آنکھیں گاڑ دیں جو نقاہت
سے گڑھے میں جانے کے باوجود اس وقت خاص چمک دے رہی تھیں اور کہا۔

"عثمان تم نے مجھے میرے گھر سے اس زمین پر بھیجا جہاں کھانے کے لئے کچھ ہے
اور نہ کوئی چیز (غلہ) بوئی جا سکتی ہے۔ سوائے چند ایسی بکریوں کے جو اس وقت دودھ دینے
کے قابل نہیں میرے پاس کچھ نہیں ہے اور سوائے میری بی بی کے اور کوئی میری خدمت
کرنے والا نہیں ہے۔ وہاں میرے لئے صرف ایک درخت کا سایہ ہے۔ جب میری
یہ نوبت پہنچ گئی ہے تو مجھے ایک خادم اور چند بکریاں دو تاکہ میں اپنی زندگی بسر کر سکوں۔"

عثمان نے اپنا منہ اس طرح پلٹا لیا جیسے کچھ سنا ہی نہیں ابوذر نے بھی اس طرف
جا کر وہی الفاظ دوہرائے۔ اس وقت حبیب ابن مسلمہ نے ابوذر سے کہا۔

"تم نے ایک ہزار درہم۔ پانسو بکریاں اور خادم میرے یہاں رکھا تھا"

اور اپنے ہاتھوں سے کفنا کر سپردِ خاک کیا۔ درآں حالیکہ بیٹے کا داغ اُن کے دل کو بیحد تڑپا رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے لئے بیٹے کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر نہایت مہربانی سے اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر مل کر کہا۔

"اے میرے بیٹے خدا تجھے بخشے تو بہت نیک تھا۔ تو نے اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ مہربانی کی۔ میرے عزیز فرزند میں تیرے مرنے سے کوئی نقصان اور کمی محسوس نہیں کر رہا ہوں۔ میں سوائے خدا کے اور کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ میری برداشت نے اجازت نہیں دی کہ میں تمہارے مرنے کا غم کروں (میرے) فرزند اگر میں موت کے پہلے روز سے نہ ڈرتا تو تجھ سے پہلے مرنا قبول کرتا۔ میرے فرزند۔ پہلی دریافت (نکیرین کے سوالات) کے وقت تو نے کیا کہا اور تجھ سے کیا کہا گیا۔

اے خدا تو نے اپنے کچھ حقوق اس پر واجب کئے ہیں اور کچھ میرے بھی حقوق اس کی گردن پر رکھے ہیں۔ اے خدا میرے حقوق جو اس کی گردن پر ہیں معاف کرتا ہوں اور تو بھی اپنے حقوق بخشدے جو اس پر واجب کئے ہیں کیونکہ تو مجھ سے زیادہ بخشش کے لئے سزاوار ہے۔"

بیٹے کی قبر کے پاس سے اُٹھ کر اپنی منزل پر آئے اور چند روز اپنی وفادار بی بی کے ساتھ فاقوں میں بسر کرتے رہے۔ ایک دن جب بھوک سے بہت ہی عاجز ہو گئے تو بی بی سے کہا اٹھو اس ٹیلہ پر چل کر تلاش کریں شاید گھاس کے کچھ بیج ہی مل جائیں تو

بھوک میں کمی ہو جائے۔"

میاں بی بی خیمہ سے باہر نکلے۔ ہوا شدت سے چل رہی تھی اور پے در پے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہر چند تلاش کی مگر کچھ نہ ملا۔ اب ابوذر پر غشی طاری ہونے لگی۔ گو ہوا سرد تھی مگر ابوذر کی جھری وار پیشانی اور پچکے ہوئے گالوں پر پسینہ بہنے لگا۔ ابوذر پسینہ پونچھتے ہوئے اپنے پھٹے ہوئے خیمہ کی طرف لوٹے جب کہ ہوا اُس کو دھکے بائیں ہلا رہی تھی۔

لیکن اب کی دفعہ اطمینان کے ساتھ قدم جمائے ہوئے نہیں بیٹھے۔ اُن کے گھٹنے جواب دے رہے تھے چہرہ سیاہ ہو گیا تھا اور اپنی ٹھوڑی سینہ پر رکھے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ ایک بار ہے جس کے دونوں بازو توڑ دیئے گئے ہیں۔

بی بی نے شوہر کا چہرہ دیکھا آنکھیں پلٹ گئی تھیں۔ وہ عورت جس نے دنیا کی ہر قسم کی مصیبت اور فاقوں کی تکلیف برداشت کی لیکن اس موقع پر صبر و ضبط نہ کر سکی اور رونے لگی۔ ابوذر نے پوچھا "کیوں روتی ہو" کہا کیوں نہ روؤں۔ تم اس خشک و آب و گیاہ صحرا میں دم توڑ رہے ہو اور میں اس قدر مجبور ہوں کہ ایک کرتہ بھی میرے پاس نہیں ہے جس میں تم کو کفنا دوں۔"

بے چارہ بڈھا اپنے آپ کو بھول گیا اور اپنی بی بی کے حال پر اس کا دل کڑھنے لگا غم و حزن اور کچھ امید و انتظار کی حالت میں کہا "ذرا رستہ کی جانب دیکھو شاید کوئی مسلمان نظر آئے۔"

- تھا کہاں۔ کس کو دیکھوں حجاج چلے گئے کوئی جانے والا اب نہیں ہے"۔
اس وقت ابوذر کو پیغمبر کی گفتگو یاد آئی "تنہا زندگی کرو گے تنہا مرو گے اور قبر سے تنہا اٹھو گے" کہا۔ "اچھی طرح دیکھو۔ اگر کوئی نظر نہ آئے تو یہ میری پھٹی عبا میری میت پہ اڑھا کر راستہ پر بیٹھ جاؤ۔ پہلا قافلہ جو ادھر سے گذرے۔ کہنا کہ یہ صحابی پیغمبر ابوذر ہے۔ جو خدا کے دربار میں پہنچ گیا۔ آؤ اس کے دفن و کفن میں میری مدد کرو"۔

ستم رسیدہ عورت ٹیلہ پر جا کر خشک و خالی بیابان کے چاروں جانب نظر ڈالتی اور کبھی شوہر کے پاس آکر اس کی پرستاری میں مشغول ہو جاتی۔ ایک مرتبہ خیمہ سے باہر نکل کر ٹیلہ پر چڑھی تھی کہ غمگین اور اشک آلود نگاہیں اس افق پر پڑیں جو ابر سے گھرا ہوا تھا۔ صحرا کے انتہائی کنارے کی طرف سے چند سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ عورت نے ہوا میں اپنا کپڑا ہلایا۔ سوار متوجہ ہو کر تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچے۔
"کیا کہتی ہو؟"
- یہاں ایک مسلمان کا انتقال ہو گیا ہے آؤ اس کو کفن دو اور خدا سے اس کا بدلہ لو۔"
- یہ مسلمان کون ہے۔ وہ اکیلا اس جنگل میں کیا کرتا تھا؟"
- "وہ ابوذر غفاری صحابی پیغمبر ہے"۔ اس خبر نے ان کے دماغوں پر بجلی کا اثر کیا وہ باور نہیں کر سکتے تھے کہ برگزیدہ ترین صحابی پیغمبر ابوذر اس وحشت ناک

جنگل میں مرے ہوں۔

"کیا کہہ رہی ہو۔ کیا پیغمبر کے صحابی ابوذر غفاری مر گئے"۔

"ہاں۔"

"ہمارے ماں باپ ان پر قربان۔ نہ معلوم خدا کی کیا مہربانی ہم پر تھی کہ ایسا نیک کام ہمارے ہاتھوں سے ہو رہا ہے۔ گھوڑوں کو چابک لگا کر جھپٹے ہوئے خیمہ پر پہنچ گئے ابوذر ابھی زندہ تھے ان سواروں کے چہروں پر نظر ڈالی اور کہا تم کو خوش خبری دیتا ہوں۔ ایک روز پیغمبر چند آدمیوں کو مخاطب فرما کر کہتے تھے جن میں میں بھی تھا۔ تم میں سے ایک شخص بے آب و گیاہ جنگل میں مریگا۔ مومنین کی ایک جماعت وہاں پہنچ کر اس کو دفن کرے گی"۔ وہ سب اپنے شہروں اور اہل خاندان میں مر گئے اور اب صرف میں زندہ ہوں"۔ پھر اس نیم جان بڈھے نے تجسس کی ایک نظر ان پر ڈال کر کہا۔

"خدا کی قسم جھوٹ کہا ہے اور نہ سنا ہے۔ اگر میرے اور میری بی بی کے کفن کے لئے کپڑا ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا کہ اس کے سوا کسی دوسرے کپڑے میں کفنایا جاؤں۔ جب یہ صورت ہے تو اپنے اور تمہارے درمیان خدا کو (گواہ) کر کے کہتا ہوں کہ تم میں جو سرکاری ملازم (امیر۔ پولس افسر۔ جنگی اور ڈاک کا ملازم) نہ ہو وہ مجھے کفن دے"۔

حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا کیونکہ سوائے ایک جوان انصاری کے سب ملازم تھے۔ جوان انصاری نے کہا "چچا جان! میرے پاس چادر ہے جو اپنی روزانہ کی مزدوری سے میں نے خریدی ہے۔ اور دو کپڑے

بھی میری خورجین میں ہیں۔ جو میری ماں نے سوت کات کر اپنے ہاتھ سے میرے احرا[…]
کے لئے بنا ہے"۔

ابوذر نے کہا "تم مجھے کفن دو تمہارا کپڑا حلال و پاک ہے"۔

جوان انصاری کے اطمینان دلانے کے بعد آسودہ ہو کر ابوذر نے آنکھیں بند کر[…]
اور نہایت آرام کے ساتھ ان کا رشتہ حیات ٹوٹ گیا۔

سیاہ بادل آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ تیز ہوائیں صحرا کی ریگ کو اس طر[…]
پھیلا رہی تھیں گویا ربذہ کا خشک اور خالی میدان ایک طوفانی سمندر ہے۔

ان کو غسل اور تکفین دیکر ان پر نماز پڑھ کر خاک کے سپرد کرنے کے بعد جوان انصا[…]
نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا "خدایا یہ ابوذر تیرے پیغمبر کا صحابی اور تیرا عبادت گز[…]
بندہ ہے۔ جس نے تیری راہ میں مشرکین سے جہاد کیا۔ خدایا ابوذر نے اپنے ا[…]
اور عقیدے میں کبھی کوئی ردوبدل نہیں کی بلکہ برائی دیکھی اور دل و زبان سے ان کا مقابلہ کی[…]
یہاں تک کہ ان کو مجبور کر کے شہر بدر کیا اور ان کو ان کے حقوق سے محروم کر کے ذلیل[…]
خوار کیا اور وہ اسی غربت و تنہائی میں مر گئے۔ خدایا جس نے ابوذر کو محروم کر[…]
اس کو گھر اور پیغمبر کے حرم سے نکالا اس کو نابود کر"۔ حاضرین نے آسمان کی جان[…]
ہاتھ اٹھا کر نہایت خلوص کے ساتھ جھکے سے "آمین" کہی۔

نوٹ از تباری | ابوذر آسمان کی جانب آنکھیں لگائے ہوئے مرے نئی صبح کی سفید[…]
دیکھنے والے ربذہ میں سنہ ۳۲ ہجری میں فوت ہو گئے۔ اس وقت اب[…]

یہ نہیں جانتے تھے کہ دوسری ان صبح جلد نمودار ہوگی یا کچھ دیر سے۔ لیکن وہ اتنا ضرور جانتے تھے کہ خورشید طلوع ہو کر رہے گی جلد ہو یا دیر سے اور جس کا بھی اُن کو یقین تھا کہ یہ چمکتی ہوئی شعاعیں مشرق و مغرب کو اپنے نور سے روشن کر کے ہی رہیں گے۔

ابوذر مر گئے لیکن اس بڑے صحابی کی موت سے عثمان ان کے حکام اور رشتہ داروں کی سیاست سے جو عام ناراضگی پھیلی ہوئی تھی وہ دور نہ ہو سکی۔ اس ناراضگی کا انحصار صرف ابوذر ہی پر نہ تھا بلکہ وہ بھی اس ناراض جماعت کی ایک فرد تھے۔ ہاں اسلام میں پہل کرنے اور پیغمبر کے ساتھ اسلامی خدمات انجام دینے کی وجہ سے بمقابل دوسروں کے ان کے کہنے کا زیادہ اثر تھا۔

داد خواہوں نے ابتداءً انجمنیں بنا کر اپنے مکانوں میں چھپ کر عثمان پر علانیہ لعنت کرتے تھے۔ عثمان اور ان کے قرابتداروں نے جو فاش غلطیاں کیں ان پر تنقید کرنے لگے۔

ابن سبا نے جو عرب ممالک میں ایک شہر سے دوسرے شہر کو بدر کیا جا رہا تھا۔ بصرہ میں ٹھیر کر تبلیغ شروع کی اور خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ سے داد خواہوں کے ساتھ ربط پیدا کر لیا بصرہ۔ کوفہ۔ اور۔ مصر میں انقلاب کا دامن اس قدر وسیع ہو گیا کہ مجبور ہو کر عثمان نے امرائے دربار سے چار اشخاص کو منتخب کر کے۔ حالات کی تحقیق اور نظم کی برقراری کے لئے بھیجنا چاہا۔

محمد ابن مسلمہ کو کوفہ کی جانب، اسامہ ابن زید کو بصرہ کے لئے نامزد کیا، عبداللہ ابن عمر کو شام پر۔ اور۔ عمار یاسر کو مصر روانہ کیا۔ ان میں سے تین آدمیوں نے واپس ہو کر

"اپنی رقم بکریاں اور خادم اس کو دو کہ جس کو مجھ سے زیادہ اس کی ضرورت ہو۔
میں صرف وہی حق چاہتا ہوں جو قرآن نے میرے لئے مقرر کیا ہے" (اس اثنا میں)
علی ابن ابی طالب آ گئے عثمان نے علی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس اپنے پاگل کو
ہمارے سروں سے دور نہیں کرتے"

"کون پاگل"۔

"ابوذر"

"وہ پاگل نہیں ہیں۔ خدا کی قسم میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے ابوذر کی
حیا۔ فروتنی۔ ادب۔ ان کا نمونہ مثل عیسیٰ ابن مریم کے ہے"۔

عثمان کی یہ گفتگو سن کر ابوذر نہایت بے پروائی کے ساتھ اس صحبت سے
باہر نکل آئے۔ ہر چند ان کو پکارا جواب نہ دیا یہاں تک کہ پھر اسی خشک اور
بے آب گیاہ صحرا میں پلٹ آئے جہاں اُن کا ٹھکانا تھا (ربذہ)

جب اپنی ستم رسیدہ بی بی پر نظر پڑی اور پھٹے پرانے خیمہ میں داخل ہوئے۔
جو درخت کے تنہ سے بندھا ہوا تھا۔ دیکھا کہ بیچاری عورت اپنے بیٹے کی لاش کے قریب
بیٹھی ہوئی رو رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسی وقت اس کی روح جسم سے نکلی تھی۔
ابوذر سمجھ گئے بھوک نے اُن کے عزیز بیٹے کو اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ تھوڑی
دیر کے لئے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا تا کہ یہ ہولناک منظر نہ دیکھیں۔ پھر آنکھیں کھول کر نہایت
ہمت اور استقلال کے ساتھ اپنی ڈبڈبائی آنکھوں سے آنسو پونچھے۔ اپنے کو سنبھال

درخواست رد کر دی۔[1]

جاننا چاہیئے کہ عثمان کے تدابیر اور مسلمانوں کی دل جوئی کے لئے اس وقت جو کچھ کر رہے تھے ذرّہ برابر بھی ان کا اثر نہ تھا۔ ابھی حج کا موسم بھی شروع نہ ہوا تھا کہ مصر، بصرہ اور کوفہ سے کئی ہزار آدمی حج کے بہانے سے مدینہ پہنچ کر دروازۂ شہر کے پاس خیمہ زن ہو گئے۔

مدتیں گذریں۔ اس طویل عرصہ میں یہ لوگ اپنے خواہشوں کی تشفی وقت میں مشورے کرتے اور تدابیر سوچتے رہے۔ اہل مدینہ کو اس وقت ان کے ارادوں کی خبر ہوئی جب کہ طوفان کی طرح ان کا لشکر چلاتے ہوئے شہر میں داخل ہوا "اے اہل مدینہ جو عثمان کی مدد سے باز رہے وہ امن میں ہے"۔ چونکہ اہل شہر عثمان سے خوش نہ تھے اس لئے ان کی مدد نہیں کی اور دادخواہوں نے دیکھا کہ کسی نے ادنیٰ مزاحمت بھی نہیں کی عثمان کے مکان پر پہنچ کر ان کے گھر کو گھیر لیا۔ لیکن کسی کو ان سے ملنے جلنے سے نہیں روکا۔

مہاجرین و انصار کے امراء کی ایک جماعت نے دادخواہوں سے پوچھا کہ "اس طرح جمع ہونے سے تمہارا کیا ارادہ ہے" دادخواہوں نے کہا کہ "یہ شخص (عثمان) ہمارے کسی مرض کی دوا نہیں۔ یہ ہٹ جائے تاکہ ہم کسی دوسرے کو اس کی جگہ پر بٹھا دیں" اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔

اس خوف سے کہ کہیں یہ آفت سر پر نہ آجائے عثمان نے اپنے عمال سے مدد چاہی۔ جمعہ کے دن گھر سے نکل کر مسجد گئے۔ لوگوں کو نماز پڑھائی اور خطبہ کے ضمن میں

لوگوں کو دادخواہوں کے خلاف ابھارا۔ وہ لوگ (دادخواہ) سامنے سے نہیں ہٹے بلکہ کنکریاں پھینکر لوگوں کو مسجد سے باہر نکالدیا اور خود عثمان پر اس قدر کنکریاں ماریں کہ وہ بیہوش ہو کر منبر سے گر گئے۔

اہل مدینہ بھی خلیفہ کے پاس سے پراگندہ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے اور بغیر اسلحہ کے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔

امیر المومنین کے محاصرہ کو چالیس روز گذر گئے۔ اور دادخواہ بغیر اس کے کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ عثمان خلافت سے دست بردار ہو جائیں ورنہ ان کو قتل کر دیں گے۔

امام علی اور مہاجر و انصار کے چند مخصوص افراد نے عثمان کو نصیحت کی کہ وہ اپنا طریقہ کار بدل دیں اور مصاحبین۔ مروان۔ معاویہ۔ ابن عامر۔ اور عبداللہ ابن سعد کو روکیں کہ یہ اپنی حد سے بڑھ گئے ہیں۔ عثمان نے اس نصیحت کو قبول کیا اور بذات خود دادخواہوں کے مجمع میں آکر تقریر کرتے ہوئے اسی ضمن میں کہا کہ "میں پہلا شخص ہوں جو نصیحت قبول کر رہا ہوں اور جو کچھ (برا کام) کیا ہے اس سے توبہ کرتا ہوں اور خدا سے معافی چاہتا ہوں (غور کرو کہ مجھ جیسا شخص توبہ کر رہا ہے۔ جب میں تقریر ختم کر لیں تو تم اپنے اپنے نمایندوں کو میرے پاس روانہ کرو اور اپنے خواہشوں کو بتلاؤ۔ جس کسی پر ظلم ہوا ہو مجھے اطلاع دے تاکہ میں اس کا انسداد کروں اور جو حاجت رکھتا ہو بیان کرتے تاکہ میں پوری کروں۔

خدا کی قسم اگر سچائی کے ساتھ غلامی کا طوق میری گردن میں ڈالدیں تو میں

مامور کریں گے۔ سب اپنے اپنے شہروں کو واپس ہو گئے۔

لیکن مصریوں نے اثنائے راہ میں دیکھا کہ عثمان کا غلام زکوٰۃ (بیت المال) کے اونٹ پر بیٹھا ہوا چلا جا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ سب سے آگے نکل جائے۔ یہ لوگ (مصری) غلام سے بدگمان ہو گئے۔ اس سے پوچھا کہ "کس کام سے اور کہاں جا رہے ہو۔" غلام کا رنگ بدل گیا۔ زبان رک گئی۔ کچھ جواب نہ دے سکا۔

غلام کی یہ حالت دیکھ کر بدگمانی ہوئی۔ اُس کے سامان کی تلاشی لی اس وقت ان کا تعجب اور بھی بڑھ گیا جبکہ اُس کے سامان سے ایک خط برآمد ہوا جس میں عثمان کے جانب سے عبداللہ ابن سعد حاکم بصرہ کے نام لکھا تھا کہ "داد خواہوں کے بعض لیڈروں کو تازیانے لگا کر ان کی داڑھی مونچھ اور سر منڈھ دو۔ بعض کو قید اور بعض کو دار پر چڑھا دو۔"

داد خواہ یہ خط دیکھتے ہی وہیں سے مدینہ واپس ہوئے اور بلا تاخیر عثمان کے گھر پہنچکر اُن سے پوچھا کہ "اس کا کیا مطلب ہے"؟

عثمان نے خدا کی قسم کھا کر کہا "نہ میں نے لکھا نہ حکم دیا اور نہ مجھے کوئی اطلاع ہے"۔

محمد ابن مسلمہ نے بھی تائید کی کہ "عثمان سچ کہہ رہے ہیں۔ یہ کام مروان کا ہے" عثمان نے کہا "میں نہیں جانتا کہ مروان نے لکھا ہے"۔

لیکن فریادیوں نے قبول نہ کیا اور طنز سے مسکرا کر کہا "مروان تم پر اس قدر کیوں مسلط ہے۔ تمہارے غلام کو بیت المال کے اونٹ پر سوار کر کے خط پر تمہاری مہر لگا کر تمہارے حکام کے نام ایسا اہم حکمنامہ بھیجے اور تم کو خبر نہ ہو۔

"میرے بھائی کے بیٹے میری ڈاڑھی چھوڑ دے۔ تیرے باپ یہ ڈاڑھی نہ پکڑتے"
"اگر تم میرے باپ کی زندگی میں یہ کام کرتے وہ بھی تمہاری ڈاڑھی پکڑتے"
میں تمہارے متعلق جو ارادہ رکھتا ہوں وہ اس (ڈاڑھی پکڑنے) سے بدتر ہے"
"تمہارے مقابلہ کے لئے خدا سے مدد چاہتا ہوں اور اسی سے کمک کا طالب
ہوں۔" محمد نے اُن کی ڈاڑھی چھوڑ دی اور گھر سے باہر نکل گئے۔

بعض کہتے ہیں کہ "محمد کے ہاتھ میں جو کدال تھی جب تک عثمان کے
سر پر نہ ماری گھر سے باہر نہیں نکلے۔" لیکن میں نے نہیں دیکھا۔ میں نے فقط یہ
دیکھا کہ سودان ابن حمران اور ابا حرب غافقی اور کنانہ ابن بشر التجیبی اور
قتیرہ ابن وہب السکسکی نے ان (عثمان) پر ہجوم کیا۔ سودان نے چاہا کہ عثمان
کے تلوار لگائے عثمان کی بی بی نائلہ نے اپنے کو شوہر پر گرا دیا اور تلوار ہاتھ سے
پکڑ لی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ دوسروں نے بھی عثمان پر حملہ کر دیا۔

نہایت ہولناک و دلخراش منظر تھا۔ اب بھی وہ میری نظر میں مجسم ہے جب
اس کا تصور کرتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ واقعہ میرے سامنے ہو رہا ہے۔
حملہ آور آگے بڑھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس نے ان کو قتل کیا ہاں یہ ضرور دیکھا کہ
وہ اپنے خون میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور ان کی بی بیاں (نائلہ اور
ام البنین) رو رہی تھیں۔ اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ ان کی پاکدامن بی بیاں اپنے
شوہر سے لپٹ گئی تھیں۔ لوگوں کا جنون اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ عثمان کو

ٹکڑے ٹکڑے کردیں لیکن یہ دونوں ان کو روک رہی تھیں"۔

اسوقت بصرہ کے سپاہی اس سوار کے اطراف جمع ہوکر خوف و دہشت کیسا تھ اس کی گفتگو سُن رہے تھے۔ سوار نے کہا "خدا عثمان کو بخشے دو چیزیں ان کے قتل کا باعث ہوئیں ایک تو یہ کہ انہوں نے اپنے اہل قرابت کے مقابلہ میں بزدلی کا اظہار کیا دوسرے یہ کہ ابو بکر اور عمر کے طریقہ کار کو ٹھکرا دیا"۔

چاروں طرف دیکھ کر پھر اس سوار نے اپنی گفتگو کا سلسلہ یوں شروع کیا "خدا ابوذر کو بخشے کہ اُنھوں نے سچائی اور مصلحت اندیشی سے عثمان کو نصیحت کی لیکن عثمان نے ان کی قدر نہ کی اور ایک ظالم کی طرح ان سے سلوک کیا"۔ پھر بصرہ کے لشکر کی جانب متوجہ ہوکر کہا "میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ عثمان نے دادخواہوں کا دامن تھام کر ان سے التجا کی کہ "مجھے قتل نہ کرو کیونکہ سوائے تین قسم کے (مجرمین کے) کسی کو قتل نہیں کر سکتے (۱) جس نے صاحب شوہر عورت سے زنا کیا ہو (۲) جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے (۳) جو شخص بے سبب کسی کو قتل کرے"۔

دادخواہوں نے جواب دیا "تم ایک بلا ہوگئے ہو۔ خدا نے اپنے بندوں کو تم سے سابقہ ڈالا۔ تم پہلے بہت اچھے اور حکومت کے لائق تھے لیکن تم خود جانتے ہو کہ تم نے کیا کیا۔ ہم تمھارے مقابلہ میں امر حق جاری کرنے سے ہرگز باز نہ رہیں گے کیونکہ نہ معلوم آئندہ سال کیا فتنہ برپا ہو۔ تم نے کہا کہ "سوائے" تین قسم کے مجرموں کے کسی کو قتل نہیں کر سکتے"، لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن

نے کچھ اور لوگوں کا قتل بھی جائز رکھا ہے۔ جو فتنہ اور فساد کرے۔ جو ظلم
کرے اور ظالم کی مدد شدت کے ساتھ کرے۔ جو شخص (امر) حق جاری کرنے
سے منع کرے اور جھگڑے اے عثمان تم نے ظلم کیا اور حکم حق جاری کرنے
سے مانع ہوئے تم اور تمھارے ساتھی اس طریقہ سے باز نہ آئے" یہ کہہ کر
ان پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو قتل کر دیا۔ خدا عثمان کو بخشے نہ خدا ابوذر کو بخشے" بصرہ)
کے سپاہیوں نے پوچھا "ابوذر کون ہیں اور عثمان سے ان کو کیا تعلق ہے جو تم
بار بار عثمان کے ساتھ ان کے لئے بخشائش کے طالب ہو"
سوار ایک پتھر کے ڈھیر کی طرف بڑھا جس پر نرم ریگ پڑی ہوئی تھی اور کہا
"ابوذر غفاری پیغمبر کے صحابی اور مددگار تھے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے
کہ ابوذر عثمان اور ان کے مصاحبین سے یہی کہتے تھے جو خود خواہ عثمان سے
کہہ رہے تھے" سوار کہہ رہا تھا کہ "جب معاویہ نے ابوذر کو شام سے نکالدیا
اور وہ مدینہ آئے میں نے دیکھا ہے کہ وہ ایک سوکھے ہوئے لاغر اونٹ پر سوار
تھے اور پے در پے مصیبتوں کی وجہ سے ان کے قوی بیکار اور وہ ناتوان
ہو گئے تھے ہیں اور چند مومنین کو "سلع" کے دامن میں بیٹھے ہوئے تھے
ہم کو دیکھتے ہی ابوذر نے چند دفعہ چلا کر کہا "مدینہ کے لوگوں کو پریشانی
اور ہولناک جنگ کی خوش خبری دو۔" خدا نے مجھے توفیق دی کہ ان کے
مرنے کے وقت اس بے آب گیاہ جنگل میں ان کو اپنے ہاتھوں سے

پتھر کے ڈھیر کے نیچے چھپادیا اور ان کی قبر پر کھڑے ہوکر کہا کہ "ابوذر نے برائی کا دل
اور زبان سے اس قدر مقابلہ کیا کہ (لوگوں نے) ان پر ظلم کیا۔ شہر بدر کیا۔ اور
اُن کو ذلیل وخوار کیا اور وہ عالم غربت میں تنہا فوت ہوئے"۔ پھر میرے
دل سے صدا نکلی کہ "خدایا جنھوں نے ابوذر پر ظلم کرکے اُن کو اُن کے وطن
اور پیغمبر کے حرم سے نکالا ان کو نابود کر۔ ابھی تین سال بھی نہ گزرے
تھے کہ جس چیز (ہولناک جنگ) سے ابوذر ڈرا رہے تھے وہی ہوا اور اپنی
آنکھوں سے عثمان کی قتل گاہ بھی دیکھ لی۔ خدا کی قسم رات نہیں گزاروں گا
جب تک کہ ابوذر کی قبر پر جاکر ان کے لئے طلب بخشش نہ کرلوں۔ ابوذر پاک دامن
پرہیزگار۔ اور حق کے طرفدار تھے"۔

بصرہ کے سپاہیوں نے صدق دل سے کہا "خدا ابوذر کو بخشے"۔

تاریخ کے لئے تاریخ کا سلسلہ مثل زنجیر کی کڑیوں کے ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔ ہر
گذرے ہوئے زمانہ کے لحاظ سے انسان کا موقف جدا گانہ ہوتا ہے اور اس زمانہ کا اندازہ
کرکے واقعات کا فیصلہ کرتے ہیں جو اختلاف رونما ہو وہی دونوں گروہ کی گمراہی کا باعث
ہوگا۔ یعنی ایک وہ گروہ جو بلا لحاظ زماں ومکاں کسی کی شخصیت کا فیصلہ کرے۔ بالفاظ
دیگر "کسی کی شخصیت کو مستقل حیثیت دیدے"۔ اور دوسرا گروہ محض کسی کی رفتار گفتار
کردار۔ دیکھ کر ایک طرفہ فیصلہ صادر کرکے اس کو ہر لحاظ سے اچھا یا ہر اعتبار سے برا کہدے
یہ دونوں یقیناً غلطی پر ہوں گے۔

انہی تاریخی واقعات میں ایک واقعہ ابوذرؓ کا بھی ہے کہ وہ عثمان ابن عفان اور
معاویہ ابن ابی سفیان کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جو شخص ان واقعات کا مطالعہ
گہری نظر سے کرے گا وہ پہلی مرتبہ ایک خوش خواہ زیرک کردار امیر کو دیکھے گا۔ جو پرہیزگاری
اور پاک دامنی میں معروف اور بردباری و بخشش میں مشہور ہے۔ ساتھ ہی اس امیر کو ان
تدابیر کی بھی فکر ہے کہ جن کے ذریعہ سے وہ اپنی وسیع سلطنت کے کاروبار انجام دے سکے۔
لیکن اُس امیر کی اپنے تدبیری کا کھلا ہوا نمونہ یہ ہے کہ حکومت کے تمام کاروبار
اپنے اہل قرابت (بنو امیہ) کے ہاتھوں میں سونپ کر کنارہ کش ہو گئے۔ اس امیر نے بدبیرنے
اپنے اہل قرابت۔ حکام۔ اور۔ مصاحبین کو اجازت دیدی کہ دیہات کو اپنی جاگیر
قرار دیکر تمام حکومت اسلامیہ میں مضبوط عمارتیں بنالیں۔ اور اس میں یہاں تک
زیادتی کی کہ فقراء کے مقابلہ میں ایک گروہ سرمایہ داروں کا بنگیا۔ یہ طریقہ پہلے دو
خلفاء (ابوبکر و عمر) کے مقررہ طریقہ کے بالکل خلاف تھا۔ یعنی جو دیہات جاگیر بنالئے
گئے یہی وہی زمینیں تھیں کہ اُن خلفاء کے عہد میں تمام مسلمانوں کے لئے وقف اور ان کے
غلہ سے استفادہ کرنے میں سب برابر کے شریک تھے

دوسری جانب اسی امیر کے ایک صوبیدار کو ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر۔ ابوبکر۔ اور
عمر نے جس مال "فی" و "غنیمت" کو مسلمانوں پر تقسیم کیا۔ اُس میں دست اندازی کر کے
اپنی ذات۔ اپنے حکام اور اپنے خزانہ داروں کو دوسروں پر ترجیح دیکر کہتا ہے کہ یہ مال
خدا کا ہے اور میں بیت المال کا امین ہوں مجھے حق ہے کہ جس طرح دل چاہے خرچ کروں۔

جبکہ لوگ بھوک سے عاجز آگئے تھے اور وہ سپاہی جو اپنے ملک کی خاطر میدان جنگ میں اپنی جان قربان کر رہا تھا یہ سب یہاں تک مجبور کر دیئے گئے تھے کہ سپاہی کو اپنے مقتول کی زرہ و آلات حرب لینے کی اجازت نہ تھی۔ اور جنہوں نے اپنے عالی شان محل اور بہترین باغ بنوائے جہاں ہر قسم کے اسباب زینت و آرائش موجود تھے۔

اس کے بعد۔ ہم اصحاب پیغمبر کے ایک بزرگ پیشوا کو دیکھتے ہیں کہ اس حاکم (عثمان) اور اس امیر (معاویہ) کے روبرو کھڑے ہوئے ان کی سیاست پر نکتہ چینی کر کے خواہش کر رہا ہے کہ "تم سے پہلے جنہوں نے مسلمانوں کو برقرار رکھنے کے لئے انصاف و برابری کا راستہ اختیار کیا تھا تم بھی وہی راہ اختیار کرو بیت المال کو مسلمانوں کا مال سمجھنا چاہیئے نہ کہ خدا کا اور اس مال میں جس کا حق ہو اسے پہونچا دو۔ وہ کہتے ہیں کہ تمھارے خرچ سے جو مال بچ جائے تنگدست فقراء کو دیدو۔ مال جمع کرنے کی فکر میں نہ پڑو۔ جو مال جمع کر کے نیکی کی راہ میں خرچ نہ کریگا وہ سخت دردناک عذاب میں گرفتار ہوگا۔

یہی وہ پہلا منظر ہے جس سے عثمان و معاویہ کے مقابلہ میں ابوذر کا موقف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وہ عدل رکھنے والا اداخواہ ایک سے جس امیر اور ایک جابر صوبیدار جس نے دعایا کے حقوق غصب کر کے تیس سال کی طویل مدت تک ان سے استفادہ کرتا رہا۔ اب یہ ماننا پڑے گا کہ ابوذر محنت اور مزدوری کرنے والے

ہ کی مدد کرنے میں بالکل حق پر تھے۔ یعنی وہ طبقہ کہ جن کے حقوق میں دست اندازی کی
ے عثمان اور معاویہ نے ایک ثروت مند طبقہ ایجاد کر دیا تھا۔

یہی وہ منظر ہے جو ابوذر کی زندگی کو ظاہر کر رہا ہے اور ہم اسی کو اس کتاب
یش کر رہے ہیں۔ بلکہ اسی نے ہم کو اس کتاب کی تالیف پر مجبور کیا۔ حق آزادی خواہو
ق و انصاف کی راہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں ہم نے ان سب کے ناموں کے اوپر
ذر کا نام رکھا ہے۔

کہیں تاریخ ہم کو یہ الزام نہ دے کہ ہم نے تصویر کا دوسرا رخ ظاہر نہیں کیا
ونکہ ہم نے تاریخی سلسلہ سے جمع کر کے وہی واقعات قارئین کرام کے ملاحظہ میں پیش
یے جن کا تعلق ابوذر سے تھا یا اس وقت ان کے لئے پیش آئے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم تاریخی واقعات کو بدل کر دوسری صورت میں نمایاں نہیں کیا
سکتے (مثلاً) معاویہ اور اس کے مددگاروں کے ہاتھوں سے لوگوں پر جو مظالم ہوئے
ن کی نسبت ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ ظلم نہ تھا بلکہ تاریخی حیثیت سے شاہراہ ترقی پر
ام زن تھے اور باوجود سخاوت اور بے نظیر استقامت کے جو ابوذر نے دکھائی
ور اس کے جو نتائج ان کے پیش نظر تھے (یعنی وہ آزادی کے راستے کی حفاظت
لیے کھڑے ہوئے۔ آج ہم جس کا خواب دیکھ کر وہی آزادی حاصل کرنے کی فکر میں
یں)، ہم ان کو رجعت پسند کہیں۔ یا یہ خیال کریں کہ وہ قافلہ تمدن سے بہت پیچھے
ہ گئے تھے۔

ابوذر صحرائی زندگی کے خصوصیات اور بیابانی تربیت کے نمونہ تھے۔ پاکبازی
صاف گوئی۔ طرز گفتگو نہایت سلجھا ہوا۔ حق کی پرستاری۔ جبر و قوت سے دب کر ذلت
قبول نہ کرنا ہی ان کے خصوصیات اور یہی ان کی تربیت کا خاصہ تھا۔ اور جلد بازی۔
سادگی تھوڑے پر قناعت کرنا۔ اور جو کچھ ملجائے اسی پر گذارہ کرلینا صحرائی تربیت
کے عیوب سمجھے جاتے تھے۔

معاویہ عرب کی بدلتی ہوئی نئی زندگی کا ایک نمونہ تھا جنھوں نے افلاس کی
سخت کشمکش سے نکل کر آسائش کی صورت دیکھی تھی اور صحرائی زندگی کو ترک کر کے "جس
میں ثبات و قرار کا وجود ہی نہ تھا" اپنے لئے ایک ایسا نیا طریقہ اختیار کیا جس کا
تعلق جاگیرداری و امراء و رئیسوں سے ملاقاتوں سے تھا اور جو حکومت بمقابل سیاست کے دین سے
قریب تھی اس کو چھوڑ کر وہ حکومت اختیار کی جو بمقابل دین کے سیاست سے
قریب تر تھی۔ یعنی جس حکومت کی بنیادیں کھوکلی ہوگئیں تھیں اس کو مٹا کر ایک ایسی
حکومت کی بنا ڈالی کہ جس کے تمام ادارے منظم اور تمام عصری اسباب و آلات سے
مرکز قوی رہے۔ اور آئندہ آنے والوں کے لئے عربی تمدن کا درخشاں چراغ
شمع ہدایت بن جائے (اور یہ ثابت کردے کہ جس زمانہ میں اہل یورپ جہالت کی
نیند میں پڑے سوتے تھے عربوں نے اس رشتہ (تمدن) کو از سر نو جوڑ دیا۔

معاویہ ابن ابی سفیان نے جدید تمدن کی فضا پیدا کردی جس میں ہاشمی
خاندانی اختلافات۔ اور شخصی نظریہ نے کوئی رخنہ پیدا نہیں کیا تھا۔

ور وہ اپنے تمام عادات وخصائل، تجربات وتدابیر بلکہ سخت گیری اور ظلم سے اِن لئے
ت کوٹ کر رہا تھا۔

معاویہ کا یہ مقصد تھا کہ ہر وسیلہ و ہر قیمت پر اپنا مطلوب حاصل کرے۔ چاہے
نی ہی خونریزی کا ہو اور کتنے ہی حقوق پامال ہو جائیں۔ لیکن یہ ایسا نظریہ ہے کہ ایک ہزار
سال گذرنے کے بعد ایک مورخ "علم الاجتماع" کی روشنی میں معاویہ اور ابوذر کے
لات کا موازنہ کرنا چاہتا ہے۔ درآنحالیکہ اس میں مطلق کسی تردید کی گنجائش نہیں ہے
س وقت کے حوادث پر نظر کرتے ہوئے آئندہ کے یہ خیالات نہ ابوذر کے ہیں
طور نہ معاویہ کے۔

معاویہ کی زندگی کا اثر غیر مستقیم طور سے تمام اجتماع عرب پر پڑ رہا تھا۔
انھوں نے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر غریبوں کے حقوق میں دست درازی
اور اپنے ذہن میں یہ سمجھ رہے تھے کہ ایک نئی عرب حکومت بنانے کے لئے پہلا بیج
ہے ہیں۔

جب کہ ابوذر ظلم دیکھ کر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور پامال شدہ حق کا پتہ
کر اس کے مطالبہ کے لئے تیار ہو گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ جابر امراء اپنے محلوں کی
بر کے لئے بھوکے غرباء کی برہنہ پیٹھوں پر پتھر اٹھوا رہے ہیں تو ان پر اعتراض کیا۔

ایک مرد شریف و عادل کی حیثیت سے ابوذر کو حق تھا کہ ان مظالم پر اعتراض
یں۔ اسوقت ان کے خیال میں مطلق یہ بات نہ تھی کہ جو محل اس وقت اس طرح سے

بنائے جا رہے ہیں یہی آیندہ کسی زمانہ میں عرب کے تمدن کا نمونہ ثابت ہوں گے۔ اور نہ
ان کے بنانے والوں کے ذہن میں اس نے یہ خیال کیا تھا کہ اس تمدن کا سایہ مشرق
و مغرب عالم پر پڑے گا۔

ایک جواں مرد انسان اور درویش قدم مجاہد کی طرح ابو ذر اپنا مقصد حاصل
کرنے کی فکر میں پڑے ہو رہے تھے اور کوئی نیا خیال ان کے ذہن میں نہ تھا۔ اسی طرح معاویہ
کی شخصیت سے بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ بڑی سلطنت کی بنا پیش نظر ہے چاہے وہ ہاتھ
جو اس سلطنت کی بنا کر رہے ہیں غربا کے خون سے آلودہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اب ہم کو
چاہیئے کہ ان دو بزرگوں اور گزری ہوئی نیک ہستیوں سے سبق لے کر اپنے موجودہ اجتماع
کو عدالت و مساوات کی راہ پر چلانے کے لئے ان کی روش سے استفادہ کریں۔

ابو ذر کی گفتگو

اے بے علم۔ علم سیکھ۔ جس دل میں علم کا شوق نہ ہو وہ اس
خالی گھر کے مثل ہے جس کا بنانے والا نہ ہو۔

اے علم حاصل کرنے والے یہ زبان نیکی اور بدی کی کنجی ہے لہذا اپنے منھ پر
مہر کر جس طرح اپنے صندوق اور کاغذ (لفافہ) پر مہر کرتا ہے۔

خدا نے تجھ کو برتری دی۔ تجھے انسان پیدا کیا۔ لہذا خود کو چوپایہ اور درندہ
نہ بنا اور پیٹ بھرنے اور زیادہ کھانے سے پرہیز کر۔

احادیث شریف جو ابو ذر سے منقول ہیں۔

اسد الغابہ میں اپنی سند سے پیغمبر جبرئیل دربار گاہ احدیت۔ فرمایا۔

(۱) اے میرے بندو میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کیا ہے (ظلم نہ کروں گا) اور تمہارے لئے بھی ظلم حرام کیا ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔"

(۲) "مسند رکن الدین" میں اپنی سند سے۔ صدقہ ابن عمران ابن حطان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں "میں ابوذر کے پاس گیا۔ وہ ایک سیاہ چادر لپیٹے ہوئے مسجد میں تنہا بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا "اے ابوذر تنہائی کیا چیز ہے" کہا "میں نے پیغمبر سے سنا ہے ہمنشیں سے بہتر ہے اور نیک ہمنشیں بہتر ہے تنہائی سے۔ اچھی بات کہنا بہتر ہے خاموشی سے اور خاموشی بہتر ہے بری بات کہنے سے"۔

(۳) کتاب "طبقات کبیر" میں اپنی سند سے ابوذر نے کہا "میرے حبیب (پیغمبر) نے وعدہ لیا ہے کہ "جس مال میں بخالت کی جائے چاہے سونا ہو یا چاندی ہو وہ اس کے مالک کے لئے دہکتی ہوئی آگ ہے یہاں تک کہ اس مال کو راہ خدا میں دیدے" اور فرمایا کہ "جو شخص سونا یا چاندی جمع کرکے اس میں بخالت کرے (یعنی حسب احکام الٰہی ذوی القربیٰ، یتیموں اور مسکینوں وغیرہ کو نہ دے) تو وہ مال اس کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہو جائے گا۔

ابوذر اور پیغمبر کے سوالات اور جوابات

"خصائل اور معنی الاخبار" میں اپنی سند سے۔ ان بہت سے وصایا میں سے جو پیغمبر نے ابوذر سے کئے۔ عمر لیثی نے ابوذر سے یہ چند سوال و جواب روایت کئے ہیں۔

میں نے کہا کہ "اے پیغمبر خدا مومنین میں سے کس مومن کا ایمان بہتر ہے؟"
"جو سب سے زیادہ نیک ہو"
"کون سب سے زیادہ نیک ہے؟"
"جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہونچے"۔
"کس چیز سے دوری بہتر ہے"۔
"گناہوں سے"۔

پیغمبر علیہ السلام کی وصیتیں ابوذر سے

تم کو جہاد کرنا چاہیے کیونکہ جہاد میری امت کی رہبانیت ہے"۔
فقراء کو دوست رکھو اور ان کے ساتھ بیٹھو۔
اپنے اہل قرابت سے قریب ہو اگرچہ وہ تم سے دوری اختیار کریں
خدا کی راہ میں کسی کے ٹوکنے سے نہ ڈرو۔

حق کہو اگرچہ تلخ ہو۔
قریب سے زیادہ وہی آگ میں ڈالے جائیں گے جو تکبر کرتے ہیں۔
جس کے پاس دو لباس ہوں ایک اپنے بھائی کو پہنا دے"۔
راستی بس یہی ہے کہ جو کچھ اپنے میں نہیں جانتے وہ دوسروں میں جانیں یا جو خود کرتے ہیں وہ دوسروں میں دیکھیں۔ تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں ہے۔
محفوظ رہنے سے بڑھ کر کوئی پاکدامنی نہیں اور نیک خوئی سے بہتر کوئی نسب نہیں۔

پیغمبر کے چند طولانی وصایا سے بعض وصیتیں

طبرسی نے ان وصایا کو "مکارم الاخلاق" میں اور شیخ طوسی نے اپنے اسناد سے ابی ابن حرب ابن ابی الاسود دوئلی سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اے ابوذر میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو یاد رکھو اور عبادت کرو تاکہ دنیا اور آخرت میں سبک بار رہو۔ اے ابوذر دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ اُن سے دھوکا کھاتے ہیں۔ ایک صحت جسمانی اور دوسرے فراغ بالی۔ یعنی یہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ انسان ان سے فریب میں آجاتا ہے۔ اور ان کو غنیمت نہیں جانتا یہاں تک کہ وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اس کے بعد سوائے حسرت وندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بعض احادیث میں بجائے "مغبون" کے "مفتون" آیا ہے۔ یعنی صحت و فراغ بالی کی قدر نہ کرے تو انسان خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ اے ابوذر۔ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو اور اُن کی قدر کرو (۱) پیری سے پہلے جوانی کی قدر کرو۔ جب بڑھاپا آجائیگا تو پچھتا دگے کہ کاش جوانی میں عبادت کرلی ہوتی (۲) بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت جانو کیونکہ صحت کی حالت میں جو کچھ کر سکتے تھے مرض میں ممکن نہ ہوگا اور اس وقت ندامت کچھ فائدہ نہ دے گی (۳) فقر سے پہلے تونگری کو غنیمت جانو کیونکہ افلاس میں مبتلا ہونے کے بعد یہ خیال کرنا کہ میرے پاس اس وقت کچھ ہوتا تو میں خدا کی راہ میں

دینا۔ اب یہ تاسف کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس فقر و ناداری کی فکر میں مبتلا ہو کر خدا کی عبادت نہ کر سکو (۴) مشغولیت سے پہلے فرصت کو غنیمت جانو۔" یعنی فرصت کو غنیمت جان کر خدا کی عبادت کر لو (۵) موت سے پہلے حیات کو غنیمت سمجھو۔ کیونکہ موت کے ساتھ ہی دار عمل ختم ہے۔ وہاں عمل کا خیال سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اے ابوذر اس امید پر کہ ابھی زندہ رہوں گا نیک عمل کو تاخیر میں نہ ڈالو کیونکہ جس وقت تک تم زندہ ہو بس وہی وقت تمھارا ہے۔ اگر کل نہ رہے تو سوائے حسرت و ندامت کے تم کو کیا ملے گا۔ یعنی جو وقت تم کو مل جائے تم اس کو اپنی عمر کا آخری وقت سمجھ کر جو کچھ نیک کام کر سکتے ہو کر لو۔ اے ابوذر کتنے ایسے لوگ گذرے جن کو آنے والے کل کی امید تھی لیکن آج کا دن ختم ہونے سے پہلے وہ خود ختم ہو گئے۔ اے ابوذر۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو آنے والے کل کے منتظر رہتے ہیں لیکن وہ کل کا دن انہیں دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ اے ابوذر۔ اگر تم دیکھ سکو کہ زندگی کے دن کس قدر تیزی سے گذر رہے ہیں اور تمھاری موت کا مقررہ دن کس تیزی سے تمھاری طرف بڑھ رہا ہے تو تم اپنی آرزو اور تمنا کو دشمن رکھو گے (جو کچھ نیک عمل کرنا چاہتے ہو فوراً کر لو اور ہرگز کل کی امید پہ نہ چھوڑو گے) اور کل زندہ رہنے کے فریب میں مبتلا نہ رہو گے۔

اے ابوذر! دنیا میں مسافر کی طرح بسر کرو۔ جب مسافر منزل پر پہونچتا ہے تو اس منزل کو اپنا وطن نہیں سمجھتا بلکہ صرف ایک شب کے لئے وہاں مقام کرتا ہے (یعنی دنیا مسافر خانہ ہے اور انسان کی دوامی منزل قبر ہے)

اے ابوذر جب صبح کو اُٹھو تو اپنے ذہن میں شام کا خیال نہ لاؤ۔ اور نہ اس شام کو اپنی زندگی کے ایام میں شمار کرو۔ مرنے سے پہلے زندگی سے فائدہ اٹھالو کیونکہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہارا شمار کل مردوں میں ہوگا یا زندوں میں۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ قیامت کے دن تمہارا نام نیکوں میں ہوگا یا بروں میں۔ اے ابوذر! اس کا خیال رکھو کہ کہیں دنیا کی فکر میں آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ۔ اگر اسی عالم میں مرجاؤ تو پھر تم کو دنیا میں واپس ہوکر آخرت کے کام ٹھیک کرنے کی اجازت نہ ملے گی۔ اے ابوذر! اگر تم نے اپنے ورثہ کی خاطر کچھ مال جمع کرکے چھوڑا تو وہ تمہاری تعریف نہ کرینگے دراں حالیکہ اس مال کے جمع کرنے میں تم نے جو کچھ وقت صرف کیا اُتنا وقت خدا کی یاد سے غافل رہے۔ اور جب خدا کے سامنے جاؤ تو خدا تمہارا یہ عذر قبول نہ کرے گا۔

اے ابوذر! جب انسان کو کسی چیز سے غیر معمولی خوف ہوتا ہے اس کو نیند نہیں آتی۔ اور آتش جہنم سے زیادہ انسان کو خوف دلانے والی کونسی چیز ہے۔ لیکن میں نے کسی کو جہنم سے خوف کرتے ہوئے نہیں دیکھا کیوں کہ وہ

اس طرح سوتے ہیں جیسے اُن کو کسی چیز کا خوف ہی نہیں ہے۔ اور اسی طرح بہشت سے زیادہ انسان کو کسی چیز کی آرزو و تمنا نہیں ہے۔ جس کو بہشت ایسی چیز حاصل کرنے کی تمنا ہو کیا مارے خوشی کے وہ سو سکتا ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ بہشت کی تمنا میں وہ رات بھر نہ سویا ہو۔ اے ابوذر! درہم و دینار سے زیادہ عمر میں بخالت کرو۔ خدا کے پاس بدترین عالم وہ ہے جو اپنے علم سے خود فائدہ نہ اٹھائے۔ اور جو اس لئے علم حاصل کرے کہ لوگوں کو اپنے پاس جمع کرے وہ بہشت کی بُو نہ سونگھیگا۔ اور جو لوگوں کو فریب دینے کے لئے علم سیکھیگا وہ بھی بہشت کی بو نہ سونگھیگا۔ اگر تم سے سوال کیا جائے اور تم نہ جانتے ہوں تو کہدو "میں نہیں جانتا" تاکہ اس کے نتائج سے نجات پاؤ۔ اگر (مسئلہ) سے واقف نہ ہو تو فتویٰ نہ دو تاکہ قیامت کے دن خدا کے عذاب سے محفوظ رہو۔ بہشتیوں کی ایک جماعت جہنمیوں کے ایک گروہ سے کہے گی کہ "ہم تمھاری تربیت اور تادیب کی وجہ سے مستحق بہشت ہوئے۔ یہ تمھیں کیا ہو گیا کہ جہنم میں جھونک دیئے گئے" وہ کہیں گے کہ "ہم دوسروں کو نیک کاموں کی ہدایت کرتے تھے اور خود اس پر عامل نہ تھے"۔ جس کا (نیک) قول و فعل مطابق ہوا اسی نے اپنا حصہ پا لیا اور جس کا قول و فعل مطابق نہ ہو وہ اپنے آپ کو سرزنش کرتا ہے۔ جس چیز (یا کام) میں دخل نہ ہو اس کو چھوڑ دو۔ اور جو چیز تمھارے کام کی

نہ ہو اس کے لیئے کچھ نہ کہو۔ اپنی زبان کو اپنے قیمتی کاغذ کی طرح محفوظ رکھو سخت دل خدا سے دور ہے مگر وہ نہیں جانتا۔

ہوشیار وہ ہے جو اپنے کو پست سمجھ کر آیندہ کے لیئے کام کرے اور کمزور وہ ہے جو نفس کی خواہشوں کی پیروی کر کے خدا پر تہمت لگائے (جھوٹ کہے) ایک شخص نیک کام کر کے اس کے بھروسے پر چھوٹے چھوٹے گناہوں پر اصرار کرتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو خدا اس پر غضبناک ہوتا ہے اور ایک شخص گناہ کر کے اس سے باز رہتا ہے۔ پس قیامت کے دن امن اور سلامتی کے ساتھ وہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہو گا۔ اے ابوذر! بندہ گناہ کر کے اس گناہ کے ساتھ بہشت میں داخل ہو گا۔ ابوذر نے عرض کی "میرے ماں باپ قربان ہوں یہ کیسے ممکن ہے" ارشاد ہوا "ہاں اے ابوذر! وہ گناہ اس کی نظروں کے سامنے رہتا ہے وہ اس سے توبہ کر کے خدا سے ملتجی ہوتا ہے اور خدا (اس کو عفو کر کے) داخل بہشت کر دیتا ہے۔

اے ابوذر! خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو قیامت کے دن علم (نشان) کاندھوں پر لئے ہوئے سب سے آگے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا) میں نماز کے لئے سب سے پہلے مساجد میں داخل ہوتے تھے۔ اے ابوذر! نماز ستون دین ہے مگر زبان اس سے بڑی ہے (یعنی شہادتین و عقائد حقہ کا زبان پر جاری کرنا متقدم اور نماز سے افضل ہے۔ اور اس کے بعد اعضاء

وجوارح کا عمل نماز ہے"۔ یہ اشارہ ہے اس آیت کی جانب (۱)
(ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر

اے ابوذر! صدقہ گناہوں کو نابود کرتا ہے اور زبان اس سے بڑی ہے (یعنی
خیرات و مبرات کے متعلق جو احکام زبان سے دئے جاتے ہیں ان کو سننے کے
بعد لوگ ان احکام پر عمل کرتے ہیں)

مال کی دوستی اور برتری کا تصور، ایک مرد دین دار کو یہ دو چیزیں اس طرح
نقصان پہنچاتی ہیں جیسے دو تیز دانت والے بھیڑیئے بکروں کے گلہ میں داخل ہو کر
شام سے صبح تک ان کا صفایا کر دیں۔ جو چیز سڑ جاتی ہے اس کی دوا نمک ہے
اور اگر نمک سڑ جائے تو اس کی دوا نہیں ہے (یہ فاسد اور دنیا پرست علماء کی مثال
ہے) زیادہ بات مت کرو صرف اتنا ہی کہو کہ تمھاری ضرورت پوری ہو جائے۔
پرہیزگار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ اس طرح کرے جیسے دو شریک تجارت اپنے
حسابات کی جانچ کرتے ہیں (یعنی) کہاں سے کھاتا ہے۔ کہاں سے پیتا ہے۔
کہاں سے پہنتا ہے حلال سے یا حرام سے۔ جو شخص یہ خیال نہ کرے تو خدا
بھی اُس کے لئے اتنی اہمیت نہیں دیتا کہ اس کو جہنم میں کس راہ سے
داخل کرے۔

خاتمہ

صفحہ	نشانات	حواشی
۲۴	۱	یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ پیغمبرؐ نے قیصر و کسریٰ کی نسبت ایسے الفاظ فرمائے ہوں۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان دونوں کو ایسے الفاظ سے مخاطب فرمایا ہو۔ بلکہ ان روایتوں کے بموجب۔ اس حکم کا یہ حصہ ہر اس شخص سے متعلق ہے جو لوگوں کو اپنی پرستش کے لئے بلا رہا ہو (۱) ماکان لبشران یوتیہ اللّٰہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادالی من دون اللّٰہ۔ (ترجمہ) جس کو خدا نے کتاب۔ فصل خصومات کی قابلیت اور نبوۃ دی ہو اس کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ خدا کو چھوڑ کر میری پرستش کرو (۲) قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ۔
۲۵	۱	انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم و فی الرقاب والغارمین و فی سبیل اللّٰہ وابن السبیل فریضۃ من اللّٰہ

صفحہ	نمبر حاشیہ	حواشی
		فَاللّٰہ عزیز حکیم
۳۷	۱	چونکہ موٗلف محترم کو اپنے مضمون (واقعات خلافت عثمان) کی داغ بیل ڈالنی منظور ہے اس لئے انہوں نے یہیں سے عثمان کی خود مختاری اور ڈکٹیٹری کا ذکر چھیڑ دیا" جس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہت برا نکلا"۔ لہٰذا ان کو حق ہے کہ ابوبکر اور عمر کے حق میں جو چاہیں فیصلہ صادر فرمائیں۔ لیکن جن کو ہماری تحریر سے سروکار ہے وہ جانتے ہیں کہ ابوبکر اور ان کے پیروؤں عمداً یا سہواً بعض شبہات سے دوچار ہو پڑے اور یہی شبہات مسلمانوں کے اختلافات کا باعث ہوئے۔ البتہ ہمکو اس سے انکار نہ کرنا چاہیئے کہ پیغمبر کے بعد نوبنیاد کشور اسلامی میں اختلافات شروع ہو گئے تھے۔ خود شہر (مدینہ) کے اندر اور بیرون شہر مرکز کے خلاف مقابلے شروع ہو گئے۔ ہم نے کتاب "جنایات تاریخی جلد اول" اور "فاطمہ دختر محمد" میں لکھا ہے کہ "چند سرداران قبائل ایسے بھی تھے کہ اسلام کی حیرت ناک ترقی دیکھ کر پیغمبر اسلام کے احکام کے تابع ہو گئے۔ جب وہ اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو ان نو مسلموں نے چاہا کہ اسلام کو اپنے شخصی فوائد کا آلہ کار بنالیں۔ یعنی وہ خیال کر رہے تھے کہ محمد نے جو نقشہ ڈالا تھا

حواشی

اس پر عمل کر کے وہ بادشاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جس کو موقع ملے
نبوت کا دعویٰ کر کے مسند شاہی پر جلوہ افروز ہو جائے۔ چنانچہ
اسی بنا پر بعضوں نے دعوائے پیغمبری کیا، بعض نے زکوٰۃ (یا ان کے
عقائد کے موافق باج) دینے سے انکار کر کے مدعیان نبوت کے ساتھ
ہو گئے اور چند یہودی بھی ان میں شامل ہو گئے۔ بہر حال شہر کے
باہر مرکزی حکومت کے خلاف یہ ہنگامہ آرائی تھی۔ اور خود شہر
(پایۂ تخت اسلامی) میں ایک جماعت دوسری جماعت کے خلاف کھڑی
ہو گئی۔ انصار کی جماعت اپنے رئیس سعد ابن عبادہ کو ساتھ لئے
ہوئے سقیفہ بنی ساعدہ میں پہونچی باوجودیکہ وہ بیمار تھے۔ مہاجرین
نے پہلے سے کوئی نقشہ نہیں بنایا تھا لیکن انصار کی مخالفت میں
کھڑے ہونا انھوں نے ضروری سمجھا۔ گو ابو بکر و عمر مہاجرین سے
تھے مگر وہ پہلے پہل سقیفہ میں داخل نہیں ہوئے۔ تیسرا گروہ بنی ہاشم
اور پیغمبر کے بعض مخصوص اصحاب کا تھا جو علیؑ کی موافقت میں تھا۔
یعنی حسب وصیت پیغمبر علیؑ خلیفہ بلا فصل ہیں (ابوذر اسی گروہ
کے شریک تھے)

ان واقعات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کسی گروہ یا

حواشی		صفحہ
جما کی جانب سے امیدوار خلافت نہ تھے اور نہ پہلے سے کوئی نقشہ ترتیب دیا تھا۔ بالفرض اگر کوئی نقشہ بنایا بھی ہو تو اس سے صرف عمر واقف تھے یا زیادہ سے زیادہ ابوعبیدہ جراح واقف ہوں گے۔ ہاں جب ابوبکر ان دونوں کے ہمراہ سقیفہ پہونچے تو مہاجرین و انصار کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا اکثریت حاصل کرلی اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ خلاف توقع ا کی خلافت قائم ہو گئی جیسا کہ اپنے بعض تقاریر میں عمر نے اس جانب اشارہ کیا ہے۔ (کانت بیعت ابی بکر فلتۃ قد وقی اللہ شرھا) لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس ج بازی سے مسلمانوں کو فائدہ پہونچا یا باہمی اختلاف مٹ گیا اس کا جواب صاف یہی ہے کہ "نہیں" کیونکہ انہیں اختلافات کے نتائج یہی ہیں جو آج ہم دیکھ رہے ہیں اور وہی اختلافات اب تک چلے آرہے ہیں۔ ہم کو از روئے انصاف کہنا پڑے گا کہ مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی ابوبکر کو چند اہم مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ جن میں سب سے زیادہ فاطمہؑ کی سیاسی تقریر تھی۔ ابوبکر نے اس سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے شخصی مناقشوں سے		

صفحہ	سطر	حواشی
		صرف نظر کر کے مرکز خلافت کو فائدہ پہونچانے کے لئے یہ تدابیر اختیار کی کہ اسامہ ابن زید کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا تاکہ بیرونی شورشوں کو پہلے دفع کر دیا جائے۔ مترجم فارسی
۳۷	۲	یہ کمک خواہی سقیفہ کے روز نہ تھی کیونکہ جتنا وقت سقیفہ میں گزرا علیؑ پیغمبر کے غسل وکفن و دفن میں مشغول رہے بلکہ یہ کمک خواہی ابوبکر کی خلافت کے چند روز بعد انجام پائی۔
۳۸	۱	شاید مولف کا منشاء اس سے ابوسفیان ہو۔
۳۸	۲	چنانچہ جلد اول جنایات تاریخی میں ہم نے لکھا ہے کہ "سنی و شیعہ کے معتبر ترین مورخین کے حوالوں سے ثابت ہے کہ علیؑ خود کو سب سے زیادہ خلافت کا سزاوار سمجھتے تھے اس لئے مخالفین کے دعووں کا دفاع کر کے اپنے حق کا مطالبہ کرتے رہے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ باوجود اس کے بھی بغیر قوت استعمال کئے حق نہیں مل سکتا اور اس کی انتہا بہت بڑے نقصان کا موجب ہو گی تو آپ نے نہایت کراہت کے ساتھ بیعت کر لی۔"
۳۸	۳	یہاں مؤلف محترم کو بہت بڑا شبہ ہوا ہے۔ کیونکہ کتاب "الامامۃ والسیاست" اور دوسری کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ جب علیؑ اپنے

صفحہ	سطر	حواشی
		حق کے مطالبہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنے حقوق ثابت کئے تو لوگوں نے کہا کہ اگر آپ پہلے ہی سے کہتے تو ہم آپ ہی کی بیعت کر لیتے۔ اب کیا کریں۔ بیعت کر لینے کے بعد پھر اوس کو توڑ دینا عرب کے لئے بہت دشوار ہے" مترجم فارسی۔
		کاش زبیر ابن العوام۔ طلحہ ابن عبیداللہ اور عبداللہ ابن زبیر نے جنگ جمل سے قبل اس پر غور کر لیا ہوتا۔ مترجم اردو۔
۴۱	۱	یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص تمام اختلافات کو زندہ کرنے کے لئے قدم اٹھائے ایکو سب سے زیادہ عادل سمجھا جائے۔
۴۳	۱	یہاں امتیازات کا ذکر بے کیا جائے۔
۴۵	۱	یعنی اس قدر بے لیاقت تھے کہ باوجود اس تعلق کے جو ماں کو بیٹے سے ہوتا ہے تمھاری ماں نے سوائے گدھے چرانے کے اور کوئی کام تم سے نہیں لیا۔
۴۷	۱	مولف محترم نے ان چند سطور میں کئی جگہ (سلطنت اسلامی) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ ان کا ذاتی تصور ہے۔ شاہی کا خیال کیسا اسلام نے تو اپنے لئے جداگانہ آبادی بھی پسند نہیں کی اور وہ اس جدائی کا ہمیشہ مخالف رہا۔ جو دین کی جماعت بندی

حواشی	سطر	صفحہ
اور نسلی فرق کو مٹاتے ہوئے کہہ رہا ہو کہ "عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر فخر نہیں ہو سکتا" کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ شاہی حکومت کی بنا ڈالے۔ اور وہ ابوذر کہ جو دوسروں کو اخوت و مساوات کی طرف بلا رہے تھے وہ اس سے خائف ہوں کہ "کہیں عربوں کے ہاتھوں سے حکومت نکل کر دوسروں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے جو عربوں کے زیر اثر رہے ہیں" کسی کے زیر اثر رہنا اسلام میں کوئی معنی ہی نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمان احکام خدا کا مطیع ہوتا ہے۔ لہذا ایک ملت اسلامی کا دوسری ملت اسلامی کے زیر اثر ہونا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ اسلام نے شاہی کی بنا ہی نہیں ڈالی جس کی بہترین دلیل قرآن کی وہ آیتیں ہیں جو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کے بارے میں پیغمبر پر نازل ہوئیں۔ اور جگہ جگہ خدا فرما رہا ہے "ما محمد الا رسول" (ترجمہ) محمد نہیں ہے مگر رسول۔ کہیں یہ نہ فرمایا "ما ارسلناک الا ملکا" لہذا اپنی ذاتی رائے کو اسلام یا ابوذر سے منسوب کر کے ان کو استعماری حکومت کا بانی کہہ دینا ایک منصف مورخ کی شان سے بعید ہے۔ مترجم فارسی۔		

صفحہ	حاشیہ	حواشی
٥١	١	مسعودی نے مقداد کی جائداد میں صرف ایک عالیشان مکان لکھا ہے۔
٥٢	١	"فیئ" اس کو کہتے ہیں کہ "کفار کی زمینیں جو جنگ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں اور اسی طرح جنگ کی لوٹ میں مال غنیمت ملے۔ مال منقولہ میں سونا اور چاندی اور دوسرا مال منقولہ بھی۔ "فئی" میں داخل تھا" پانچواں حصہ (خمس) نکال دینے کے بعد یہ تمام مال مجاہدین اسلام پر برابر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ لیکن کارآمد زمینات (جو جنگ میں حاصل کئے ہوں) تمام مسلمانوں کی ملک متصور ہوتی تھیں اور پیغمبر اکرمؐ ان کی آمدنی (مالگذاری) کو عام مصارف میں خرچ کرتے تھے۔ بجائے اس کے کہ مال غنیمت منقولہ ہو یا غیر منقولہ مسلمان سپاہیوں پر تقسیم کیا جائے۔ معاویہ نے اپنے ذاتی مصارف کے لئے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور کچھ حصہ مسلمان سپاہیوں کو دیا جاتا تھا۔ پس معاویہ کے ساتھ ابوذر کی مخالفت کی وجہ یہی تھی کہ اس نے سپاہیوں اور عام مسلمانوں کے حقوق غصب کر لئے تھے۔ لیکن کفار کی جو زمینیں بغیر جنگ کے ملیں وہ پیغمبر کے خالصہ (صرف خاص) میں محسوب ہوتی تھیں۔
٥٢	٢	اس مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چند معینہ اشخاص نے دوسروں کے

صفحہ	نمبر حاشیہ	حواشی
		حقوق واجبی، شرعی غصب کر کے ان کو گداگری پر مجبور کر دیا۔ اور ابوذر اسی سرمایہ داری کے مخالف تھے۔
۵۶	۳	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے خدا کی راہ میں نہیں دیتے اُن کو عذاب دردناک کی بشارت دو۔ جس دن سونا اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کی پسلیوں اور پیشانیوں کو داغا جائے گا۔ یہی وہ چیز ہے جو تم نے ذخیرہ کی تھی اب اس کا مزا چکھو۔ مترجم فارسی۔
۵۷	۱	عام زمینیں جو سب مسلمانوں کی ملک ہیں۔
۶۶	۱	پھر بھی شکر کی جگہ ہے کہ خلیفہ نے قبول کر لیا کہ ان کے پاس مال حرام بھی تھا۔ جو مال ابوذر کے لئے روانہ کیا ہے وہ مال حرام نہیں ہے لیکن خلیفہ کے جانشین عملاً اس کے مدعی ہیں کہ وہ حرام وہ ہے جو حلق سے نیچے نہ اترے"۔
۶۷	۱	آپ نے گذشتہ صفحات پڑھ کر ابوذر کو سمجھا اور پوری کتاب پڑھ کر ان کو سمجھیں گے کہ اس عظیم الشان مرد روحانی نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ بنو امیہ کی روک تھام اور اپنی تمام عمر غربا کی مدد میں بسر کر دی۔ سب سے زیادہ علیؑ کی یہ روایت اس مرد روحانی کی عظمت و زندگی کو ثابت کرتی ہے کہ ابوذر ایسے عالم ہیں کہ لوگ ان کے علم سے عاجز ہیں۔

صفحہ	نشان حواشی	حواشی
		اس روایت کے معنی آج تک کسی کے سمجھ میں نہ آئے کہ اس ارشاد سے حض کا کیا مطلب تھا۔ (مترجم اردو) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وس ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "درختوں نے سایہ نہیں کیا اور زمین نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچ کہنے والا ہو"۔ ابوذر وہ عالم عثمان کی بدعنوانیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور دین کے پیش کے حکم کے موافق کہ "جب بدعتیں آشکارا ہوں تو عالم کو چاہیے کہ اپنا ظاہر کرے ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہو" ابوذر نے اس وقت اپنا ظاہر کیا۔ بہر حال اس عظیم المرتبت شخص کی روحانیت یہ تھی۔ ا آپ کو ایک دوسری روحانی شخصیت سے تعارف کراتے ہیں جو اپ ابوذر کا مد مقابل جانا تھا اور ان کے فتوے کے مقابلہ میں خود فتویٰ دیتا تھا۔ یہ وہی شخص ہے کہ جس کی روحانیت کے متعلق مؤ محترم نے کچھ لکھا تو نہیں البتہ اس کا نام "کعب الاحبار" بتلایا ہے اپنی سابقہ تحریروں میں بارہا توجہ دلائی ہے کہ اسلام کے دور او مورخین نے اس عہد کے لوگوں کے تمام حالات اس طرح جمع نہیں جیسا کہ کرنا چاہیے تھا اور خصوصاً جن کی کارگزاری اس عہد کی لڑ سے روشن ہے۔ لہٰذا پیغمبر کے اکثر اصحاب کے حالات تاریکی میں

حواشی	حوالہ صفحہ	صفحہ
جس سے بہت سی شکلیں پیدا ہو گئیں۔ منجملہ ان کے ایک کعب الاحبار ہے جس کے حالات زندگی بالکل راز میں ہیں۔ باوجود اس کے ہم نے نہایت جستجو کے ساتھ اس کے حالات جمع کر کے پورے ثبوت کے ساتھ پیش کیے ہیں جس سے اس یہودی مسلک اور بظاہر مسلمان بکا پروہ فاش ہو جاتا ہے۔ مورخین اہل سنت اس پر تیار نہیں ہیں کہ خلیفہ عثمان ابن عفان کے وزیر مشاورت جناب آقائی کعب الاحبار کی شان میں جسارت کریں۔ کیونکہ وہ اس کو حقیقت میں مسلمان سمجھتے ہیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ خود انھیں کے علماء نے اس شخص کے متعلق جو قصے لکھے ہیں ان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ آخر عمر تک یہودی تھا رہا۔ صرف خلفائے وقت کی قربت اور ان کی مصاحبت سے فائدہ اٹھانے کے لئے کہتا تھا کہ "میں مسلمان ہوں" کعب ابن مانع مشہور بہ "کعب الاحبار" (ابو اسحٰق) یہودی زادہ ہے۔ یمن میں پیدا ہوا۔ پیغمبر کے آخر زمانہ حیات میں مدینہ آیا لیکن عمر کے عہد خلافت تک اسلام قبول نہیں کیا۔" اسد الغابہ جلد دوم"۔ لیکن عمر کی خلافت کے زمانہ میں اس کا اسلام لانا ایک پر لطف قصہ ہے۔ ابن حجر عسقلانی "تہذیب التہذیب جلد ۸		

صفحہ	حاشیہ

حواشی

صفحات ۳۴۸ و ۳۴۹ "پر لکھتے ہیں کہ "کعب سے پوچھا گیا کہ" کیوں اب تک مسلمان نہیں ہوئے"۔ اس کے جواب میں کعب نے جو قصہ بیان کیا مولف محترم نے اپنی دوسری کتاب "الاصابۃ فی تمیز احوال الصحابہ۔ جلد ۳ صفحات ۳۲۲ و ۳۲۳" پر اس طرح لکھا ہے "عباس نے کعب سے پوچھا کہ پیغمبر اور ابوبکر کے زمانہ میں کیوں مسلمان نہیں ہوئے" کعب نے کہا "میرے باپ نے بطور توریہ ایک تحریر میرے حوالے کر کے کہا کہ" اس پر عمل کرو" اور چند خطوط پر مہر کر کے مجھے حق پدری کی قسم دی کہ ان خطوط کو نہ کھولوں۔ جب میں نے اسلام کی ترقی دیکھی تو خیال کیا کہ شاید میرے باپ نے مجھ سے کوئی علم پوشیدہ رکھا ہے۔ میں نے وہ خط پڑھا۔ اس میں محمدؐ اور ان کی امت کے لوگوں کے اوصاف لکھے تھے اس لئے میں مسلمان ہو گیا"۔ اس جواب کو خوب غور سے پڑھئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس شخص کا مکر و فریب ثابت کرنے کے لئے خود اس کا یہ جواب ہی کافی ہے۔ کعب کے باپ نے چند خطوط بطور توریہ کے لکھے۔ ایک اس کے حوالہ کیا کہ "اس کو پڑھ کر اس کے موافق عمل کرو"، اور جن خطوط میں پیغمبر کا ذکر تھا ان پر مہر کر کے حقوق پدری کی قسم دی کہ ان کو ہرگز نہ کھولنا۔

حواشی	نمبر	صفحہ
اب دریافت طلب یہ ہے کہ جس خط میں بطور "توریہ" کے محمدؐ کی تعریف کر کے اس کے پڑھنے کی اجازت کعب کو دی تھی کیا وہ اس توریہ کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اور اگر یہ ایسا راز تھا کہ جس سے کعب کو واقف بھی نہ ہونا چاہیئے تو لکھا کیوں۔ اور اس پر لطف یہ کہ ان پر مہر کر کے تاکید کرتا ہے کہ یہ خطوط نہ پڑھنا۔ یہ کیسے باور کیا جائے کہ ایک مرے ہوئے شخص کے خطوط کم از کم بیس سال تک سربستہ رہے اور وہ بھی ایک یہودی کے پاس۔ اور سب سے زیادہ قابل غور یہ ہے کہ جب اسلامی ترقی شروع ہوئی تو اس وقت کعب کو یہ خیال کیوں نہ پیدا ہوا۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ جب کعب نے پیغمبر کے ظہور کی خبر یمن میں سنی تو آخر زمانہ میں مدینہ آیا۔ اس نے خیال کیا کہ ان کے بعد یہ نئی حکومت ختم اور پھر وہی مشرکین اور یہود کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ ابوبکر کی خلافت کا زیادہ تر حصہ بیرونی شورشوں کے فرو کرنے میں گذر گیا۔ ایک طرف انصار۔ بنی ہاشم۔ اور بنی امیہ بھی ابوبکر کی موت کے منتظر تھے۔ کعب سمجھ رہا تھا کہ ابوبکر کے بعد داخلی اختلافات سے دوچار ہو کر اسلامی حکومت ختم ہو جائے گی۔ لیکن صورت حال اس کے خلاف نظر آئی۔		

حواشی	نشان نمبر	صفحہ

جب بیرونی ممالک فتح ہونے لگے تو کعب نے موقع کو غنیمت جان کر یا
خلافت سے قربت حاصل کرنے کے لئے اسلام قبول کرلیا۔

ان حالات سے ثابت ہے کہ کعب کبھی مسلمان نہیں ہوا۔ جب
مسلمانوں کے ساتھ بیٹھتا تو قرآن کی آیتیں پڑھتا۔ اور۔ جب
یہودیوں کے ساتھ رہتا تو کچھ اور ہی کہتا۔ یہ خود کعب کا مقولہ
کہ "خانہ کعبہ ہر روز بیت المقدس کو ایک مرتبہ سجدہ کرتا ہے۔"
(تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۱۳) یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کا یہ عقیدہ
اس کو ہم مسلمان سمجھیں۔

بیکاری میں کبھی کبھی کعب افسانے بیان کرتا تھا۔ جب اس
کہا گیا کہ پیغمبر نے منع فرمایا ہے تو چند روز کے لئے چھوڑ دیا۔ لیکن
معاویہ نے جب شوق دلایا تو پھر شروع کردیا (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۳
اگر یہ شخص مسلمان تھا اور پیغمبر کے حکم کی بنا پر افسانہ گوئی کو ترک کردیا
تو معاویہ کے شوق دلانے سے پھر شروع کرنا کیا معنی دراں حالیکہ اس
وقت معاویہ کے پاس حکومت بھی نہ تھی جس سے یہ خیال ہو کہ اس
خلیفہ وقت کے حکم کی تعمیل کی بلکہ وہ (کعب) خود عثمان کی جانب
سے عامل تھا۔

حواشی

کعب مشہور جھوٹا تھا۔ چنانچہ خود معاویہ نے اس کی تصدیق کی ہے (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۳۔ مجلسی کہتے ہیں کہ علیؑ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ کعب جھوٹ کہتا ہے ابن ابی الحدید نے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ کعب علیؑ کا مخالف تھا (تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۳۹) امام صادق علیہ السلام بھی کعب کو جھوٹا جانتے تھے (تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۳۔

عثمان کے آخر دور خلافت میں کعب نے دیکھا کہ معاویہ کا ستارہ اقبال خاص چمک دکھا رہا ہے تو شام روانہ ہوا۔ بدقسمتی سے شہر حمص میں مر گیا جب کہ اس کی عمر ۱۰۴ سال کی تھی (سنہ ۳۵ یا ۳۲ ہجری) بہر حال کعب بظاہر فقہا اور رہبانیوں کے زمرہ میں نظر آتا تھا۔ اس کے شاگرد بھی تھے جو اس سے روایت کرتے تھے۔ لیکن اس نے اپنی روحانیت سے غلط فائدہ اٹھایا اور ہمیشہ علیؑ کا مخالف رہا۔ چنانچہ اس مناظرہ میں بھی اس نے عثمان کی موافقت کی اور وہ اس پر خوش ہوئے مگر ابوذر ہمیشہ اسلامی قوانین کے پابند رہے گو ان کو اہانت اور شہر بدری کی تکلیفیں بار بار اٹھانی پڑیں۔ مترجم فارسی۔

(توریہ کے لغوی معنی یہ ہیں " پوشانیدن و ظاہر کردن غیر آنچہ

صفحہ	آیۃ نمبر	حواشی
		در دل است" در علم بدیع یکے از محسنات معنویہ است کہ متکلم لفظی استعمال کند کہ دارائے دو معنی باشد۔ قریب و بعید است۔ ذہن سامع بہ معنی قریب رسد لیکن مراد قائل معنی بعید باشد لیکن مراد قائل معنی بعید باشد و ایں صنعت را ایہام ہم گویند
۶۷	۲	(ترجمہ) نیک عمل یہ نہیں ہے کہ اپنا منھ مشرق و مغرب کی جانب پھیرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا، قیامت، ملائکہ، قرآن۔ اور پیغمبر و ایمان لائیں اور خوشی سے اپنا مال خدا کی راہ میں اپنے اور پیغمبر کے اقرباء (چونکہ مفسرین نے یہاں اقرباء سے خود اپنے اور پیغمبر کے اقرباء مراد لئے ہیں)، یتیموں اور بے نواؤں کو اور ان مسافرین کو جو حالت سفر میں نادار ہو گئے ہوں۔ اور فقیروں کو اور کنیز و غلام کو آزاد کرانے کے لئے دیں۔ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور … ہیں جو عہد کیا ہو اس کو پورا کریں اور جو فقر۔ مرض۔ اور … ہیں سختی کے ساتھ برداشت کریں۔ یہی لوگ سچے اور یہی پرہیزگار ہیں
۷۰	۱	مسعودی نے یہ واقعہ ابوذر کے سفر شام سے قبل لکھکر اتنا اضافہ کیا ہے کہ "ابوذر نے کعب سے کہا کہ "جھوٹ کہتا ہے … یہودی زادے" (مروج الذہب۔ جلد ۱۔ صفحہ ۳۳۶)

حواشی	حاشیہ نمبر	صفحہ
مسعودی کے قول کے موافق یہ مذاکرہ مروان اور خود علیؑ کے درمیان میں واقع ہوا۔	۱	۷۴
اس داستان کا بقیہ حصہ نہایت اہم ہے۔ مؤلف محترم نے اس لئے چھوڑ دیا کہ اس سے ان کا مطلب حاصل نہیں ہوتا تھا۔ ہم قارئین کرام کی اطلاع کے لئے اس کا تکملہ لکھ دیتے ہیں۔ جب مروان نے عثمان سے اس واقعہ کا ذکر کیا جو اس کے اور علیؑ کے درمیان میں گذرا تھا تو عثمان نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ "جس نے میرے ملازم کو اس کے وظیفہ کی انجام دہی سے روکا اور اس کی توہین کی تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ بخدا اس کا بدلہ میں خود اسی کے ہاتھ میں رکھ دوں گا۔" جب علیؑ ابوذر کو رخصت کر کے واپس ہوئے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ "عثمان کو تم سے شکایت ہے کہ تم نے ابوذر کی مشائعت کیوں کی۔" شام کو علیؑ مسجد آئے تو عثمان نے کہا کہ "تم نے میرے ملازم کو کیوں واپس کیا۔ کیوں اس سے گستاخی کی۔ اور کیوں اس کو اس کے وظیفہ کی انجام دہی سے روکا۔ کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ ابوذر کو رخصت	۲	۷۴

حواشی		صفحہ

کرنے کے لئے کوئی نہ جائے "۔

۔ کیا ہم اس پر مجبور ہیں کہ تمھارے ہر حکم کی تعمیل کریں چاہے وہ خلاف حق ہی کیوں نہ ہو۔ ہم ہرگز ایسے احکام کی تعمیل نہ کریں گے۔

۔ عثمان نے کہا کہ "تم نے اس کے گھوڑے کے کانوں اور سر پہ تازیانہ مارا اور اس کو گالیاں دیں بہت اچھا یہ میرا گھوڑا موجود ہے مروان سے کہو کہ وہ بھی اس کے کانوں اور سر پہ تازیانہ مارلے۔ اور اگر اس نے مجھے گالی دی تو میں تم کو گالی دونگا اور میں ہرگز غلطی پر نہ ہوں گا۔ کیونکہ میں نے سوائے حق کے کہا ہی نہیں ہے "۔

"۔ کیوں جب کہ تم نے اس کو گالی دی تو تمھیں کیوں گالی نہ دے۔ کیا تم مروان سے زیادہ مجھے عزیز ہو "؟ قارئین کرام یاد رکھیں کہ عثمان خلیفۃ المسلمین اور جانشین پیغمبر علیؑ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تم مروان سے زیادہ مجھے عزیز نہیں ہو۔

مدا ں حالیکہ خود پیغمبر سے سُنا تھا کہ " علی قرآن کے ساتھ ہے "۔ اور اسی پیغمبر کی زبانی مروان کے بارے میں سُنا تھا

صفحہ	سطر	حواشی
		ان کو چالیس کوڑے لگوائے۔
۷۷	۱	خوش قسمتی سے ابوذر کی کامیابی میں تاخیر نہیں ہوئی۔ و نے بہت جلد دیکھ لیا کہ محمدؐ ابن عبداللہ لوگوں کو جس اسلام کی تھے اور جس کو دنیا و آخرت کی عزت اور آسائش کا ذریعہ تبلا کو عثمان معاویہ اور بنی امیہ نے اپنی ذاتی خواہشات کی تکمی قرار دیا اور معاویہ نے تو احکام دین یعنی قرآن اور وحی ک سلطنت کی صورت میں بدل کر لوگوں کو تبلا دیا کہ ظلم اور غلبہ اسی کو کہتے ہیں۔ لیکن اپنی ذات پر گوناگوں سختیاں برداشت گئے یہی بزرگ ہستیاں اس کا باعث ہوئیں کہ آج حقیقی ا ثابت کرنے کے لئے ہم امیرالمومنین علی علیہ السلام۔ ابوذر سلمان۔ اور عمار یاسر جیسی شخصیتوں کو بطور نمونہ کے منکرین پیش کر کے کہتے ہیں کہ پیغمبر نے جو اسلامی مکتب قائم کیا اور وہ خود مدرس تھے یہی اس مکتب کے منتخب طالب علم ہیں ک ۱۳۳۵ اور معاویہ اور ان کے پیرو۔ ہاں آج تیرا سو پینتیس سال جب کہ ہم یہ مطالب ظاہر کر رہے ہیں ابوذر مرچکے۔ لیک محترم کے آرا، اسی طرح کامیاب اور زندہ جاوید رہیں گ

صفحہ	سطر	حواشی
		جن کے لئے انھوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ "الاسلام یعلوا ولا یعلیٰ"
٨٧	١	معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ عثمان کو شام لے جائے جہاں پر ہر طرح کا اطمینان حاصل ہے۔ اگر وہ شام میں جا مرگئے تو اہل عراق سے قانونی طور پہ مسئلہ نہایت آسانی سے طے کرالیا جائیگا (یہ خیال بالکل درست تھا۔ اگر معاویہ کو اس میں کامیابی ہو جاتی تو عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے جنگ جمل و صفین کی نوبت ہی نہ آتی)۔
٩٢	١	نعثل ایک لمبی ڈاڑھی والا مدینہ کا باشندہ یہودی عثمان سے بالکل مشابہ تھا۔ اور ان کے مخالفین اسی نام سے ان کو پکارتے تھے (بعض مورخین اسلام نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے بھی اسی نام سے مخاطب فرمایا تھا)

اشارات

میں نے حواشی کا سلسلہ بالکل جدا کر دیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۴م
حاشیہ کا نشان (علہ) ہے آپ اس کو صفحہ (۱۱۱) کے جدول میں ملاحظہ فرما
اسی طرح ہر صفحہ کا حاشیہ اس سلسلے سے صفحات (۱۱۱) تا (۱۳۱) پر آپ کو ملے گ

کتاب کی قیمت | تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد۔ عــہ۔ ابوذر عــہ ہے۔
کتابیں ایک ساتھ خریدیں تو عــہ ۔ یہ قیمت ہندوستان و پاکستان کے
ایک سماں ہوگی۔

ملنے کا پتہ:۔ عیادت خانہ دار الشفاء۔ صبح سے ۸ بجے تک۔ عص
سے ۸ بجے تک۔ اور (اعجاز منزل دار الشفاء) سے ہر وقت مل سکتی

تشکر و امتنان جن حضرات نے مالی مدد فرمائی ہے وہ نہیں
کہ میں ان کے اسمائے گرامی مشتہر کروں البتہ مولانا سید علی محمد صا
اجلال نے از ابتدا تا انتہا اس کتاب کو ملاحظہ فرما کر میری ٹوٹی
اردو کی جو اصلاح فرمائی ہے میں ان کا بے حد ممنون و متشکر ہوں۔

بلند حوصلہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔

ابو ذر کے ایمان نے مجھے اپنا فریفتہ کر لیا۔ اُن کو اپنے دین و معتقدات اور خود اپنے نفس پر کامل بھروسہ تھا۔ اور یہی یقین اس طرح انسان کی تربیت کرتا ہے کہ کسی شے کو ایمان کی حد میں نہیں دیکھتا بلکہ ایمان کو ہر شے کی حد میں تلاش کرتا ہے۔ جیسا کہ پروانہ کو چراغ اپنی طرف کھینچتا ہے اور پروانہ بھی چراغ سے دوری نہیں چاہتا چاہے اس قربت سے اس کی جان ہی چلی جائے۔

اسی ایمان کی بدولت دنیا۔ زندگانی دنیا اور اس کے لوازم ابو ذر کی نظروں میں حقیر تھے۔ یہی ایمان اپنا عمل ہمیشہ جاری رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ عقل کی مدد سے نفسانی خواہشوں کو تابع بنا کر اخلاق حسنہ سے بدل دیتا ہے۔

اسی ایمان کا عملی اثر یہ ہے کہ دنیوی خواہشوں کو ان کی حقیقت سے خارج کر دیتا ہے اور اب وہ دنیوی خواہشیں نہیں رہتیں اور نہ وہ جسمانی خواہشوں کا اثر لیتے ہیں بلکہ ان کا منبع ایمان سے ملی ہوئی ایک روحانی طلب ہو جاتا ہے۔ روحانی طلب یہ ہے کہ روح اپنا پایہ فطرت۔ اخلاق۔ اور اجتماع میں محسوس کرتی ہے۔

ابو ذر کامل ایمان رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں کوششوں سے آخری فتح ان کو نصیب ہوئی۔

شاید ہم عربوں کا اجتماع پہلے سے زیادہ اس وقت آزادی کے ایک پیغامبر کا محتاج ہے۔ ایسا پیغامبر جو اُن کو خواب غفلت سے بیدار کر کے حقیقت کی

وم کا نام آنے کے بعد دل بے چین ہو گیا اور ان مرحوم کی صورت نظروں
ں پھر گئی ۔

عبد الصمد صاحب قندھاری منطق، فلسفہ، حکمت، ریاضی۔ اور
ت میں اپنی آپ نظیر تھے۔ وہ خود فرماتے تھے کہ " جب میں حیدر آباد
ہوں تو میری عمر ۶۰ سال کی تھی۔ جب حیدر آباد آئے تو ابتداءً محلہ
التفات میں مرزا حیدر بیگ کے مکان میں قیام رہا (جہاں اس وقت
دت خانہ کا صحن ہے) کچھ مدت کے بعد محلہ جلال کوچہ میں منتقل ہوئے۔
تک وہیں رہے اور وہیں انتقال ہوا۔

مرزا حیدر بیگ صاحب کے تین فرزند تھے۔ میرزا غلام مصطفےٰ بیگ
ناظم جمعیت۔ مرزا غلام حسین بیگ ڈاکٹر ناظم جمعیت۔ میرزا عبداللہ بیگ
تعلقدار۔ عبدالصمد صاحب مرحوم کبھی کبھی ان حضرات سے ملنے کے لئے
و میرے ہی گھر پر سے گذرتے تھے۔ میری بہت کم سنی کا زمانہ تھا۔ ایک روز
نے دیکھا کہ میرے والد باہر سے گھر میں آکر اپنے ہاتھ سے قالین لے گئے
دیوان خانہ میں بچھا کر منتظر کھڑے رہے۔ جب عبدالصمد صاحب واپس ہوئے
دیوان خانہ میں بٹھا کر بہت ہی مؤدب بیٹھے رہے۔ یہ ایک خواب تھا جو
نے دیکھا۔ والد کے انتقال کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہمارے والد کے استاد
الصمد تھے۔"

انتساب

جب میں نے ترجمہ "تشریح و محاکمہ در تاریخ آلِ محمد" شایع کیا تو
صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ میں صورت آشنا ضرور تھا لیکن ان
سے واقف تھا اور نہ یہ جانتا تھا کہ یہ کس خاندان سے ہیں۔ انھوں نے فر
فلاں صاحب سے آپ کی کتاب لے کر ۶۰ ، ۷۰ صفحات پڑھے تھے کہ انھوں نے
لے لی۔" ساتھ ہی کتاب کی قیمت سوا روپیہ جیب سے نکال کر کہا "ایک
دیجیے۔" ان کی ظاہری حالت دیکھ کر مجھے شرم آئی کہ میں ان سے قیمت
بہرحال قیمت لے کر میں نے کتاب تو دیدی۔ ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ خدا
واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا" لہٰذا مجھے اس
بدلہ دینا چاہیے۔ اس وقت اس کتاب "ابوذر" کا ترجمہ میرے
تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اس سے بہتر عوض ہو نہیں سکتا کہ میں اس ک
ان کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کر دوں۔ چنانچہ میں نے نام و نسب در
کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جھنو میاں صاحب مرحوم و مغفور کے چچازاد بھائی میرزا احمد
مرحوم میرزا قاسم علی صاحب ہیں۔ جو نظامت کوتوالی اضلاع میں
تھے اور اب وظیفہ پاتے ہیں۔

ممکن تھا کہ میں اس مقام پر یہ تحریر ختم کر دوں۔ لیکن جھنو میاں

ا و اُستو میاں میرا شاگرد تھا۔ مجھے وصیت کیا تھا کہ میں اس کو پڑھاؤں۔ اس لئے
اس کو پڑھاتا ہوں"۔ یہ تھا (۱۰۷) سال کی عمر کا حافظہ یعنی چند روز قبل جو
سے نسیان کی شکایت فرمائی تھی اور اسی ضمن میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "اب
سی کو نہیں پڑھاتا"۔ ایسے وقت میں جب کہ پڑھا رہے تھے وہ بات یاد آ گئی
ورا وجہ بیان فرما دی۔

ایک روز میں نے عرض کی کہ "اپنی تصویر مرحمت فرمائیے۔ جواب میں
ہوا "میری تصویر نہیں ہے۔ میں ایک روز مولا کے پہاڑ پر چھنو میاں کو
ہا تھا۔ چند انگریز سیاح آئے۔ تھوڑی دیر تک مجھے گھورتے رہے مجھ سے
س کی کہ میں اچھی طرح بیٹھ جاؤں (اُس زمانہ میں فوری تصویر لینے کے کیامر
اگر ذرا سی بھی حرکت ہو تو تصویر بالکل بگڑ جاتی تھی) میں نے کہا کیوں میری
لینا چاہتے ہو۔" انھوں نے کہا "ہم آپ کو بغور دیکھ رہے تھے۔ آپ کا حلیہ
ے یونان سے بہت ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے آپ بہت بڑے عالم ہیں اس لئے ہم
کی تصویر لینا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا کافران جاؤ میں تم کو تصویر نہ دونگا۔"
ے عرض کی مجھے تصویر لینے کی اجازت مرحمت ہو۔" فرمایا "اچھا"

کئی روز کے بعد حاضر ہوا۔ تصویر لینے کی اجازت چاہی تو پھر اسی طرح
میں نے عرض کی کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح آپ کی تصویر لے لوں کہ آپ کو
ہو" فرمایا "اگر تو میرے بغیر اجازت کے میری تصویر لے گا تو میں بہت ناراض

مجھے یاد تھا کہ جو لوگ اس وقت اُن کے ہمراہ تھے ان میں ایک پٹھ
(روہیلے) بغل میں لکڑی لئے آئے تھے۔ ایک روز اُن سے عبد الصمد
حال دریافت کیا تو کہا "ان کا انتقال" ہو گیا"۔ ایک مدت کے بعد معلو
کہ یہ خبر غلط تھی۔ وہ زندہ ہیں۔ میں پانچ بجے ان کے دولت خانہ (جلا
پر پہنچا۔ باہر ہی تشریف رکھتے تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا "کون ہو بابا"۔ میں
عرض کی کہ "میر صادق علی کا بیٹا ہوں"۔ دونوں ہاتھ بڑھا کر مجھے اپنے سینے
لگا لیا اور فرمایا کہ "بابا تم لوگ مجھ سے ملتے ہی نہیں۔ تم کتنے بھائی ہو اور کیا
ہو۔ اب میرا نسیان بڑھ گیا ہے۔ تم اپنے بھائیوں کے نام لکھ دو"۔ میں
پنسل سے سلسلہ وار۔ سید اعجاز حسین۔ سید عباس حسین۔ میر محمد علی۔ یہ لکھ کر کاغذ
تقسیم کیا۔ چھ بجے عصر کا وقت تھا اور جہاں بیٹھے تھے کچھ تاریکی بھی تھی۔ بغیر
کے انھوں نے کاغذ دیکھ کر فرمایا "چھوٹا بابی کا نام باپ کے نام پہ رکھا"۔ چا
سال سے زیادہ حیدرآباد میں بسر کی مگر وہ صاف بولنا نہ آیا۔

جب میں رخصت ہوا تو مجھے چھوڑنے کے لئے آنے لگے۔ میں نے ع
"یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔ میں آپ کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہوں آپ
رکھیں" فرمایا "کوئی جانتا۔ تو اپنے اسے میں تیری سیادت کا احترام کر

اب میری آمد و رفت جاری رہی۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ مر
محمد علی صاحب آج کو "تقاضی" پڑھا رہے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگ

مقدمہ مترجم اردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا ونبینا محمد واھلبیتہ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

ناظرین کرام! دنیا میں دو قانون کارفرما ہیں۔

ایک یہ کہ جو مان لیا ہے اس کو ثابت کر کے رہیں گے۔

دوسرا یہ کہ جو ثابت ہوگا اس کو مان لیں گے۔

پہلے کا نام تعصب ہے اور دوسرے کا نام تحقیق۔ واقعات کو تابع رکھنا طلب محال ہے اور واقعات کے تابع رہنا انسانی کمال۔ نفس کو کتاب وسنت کے تحت میں لانا سراسر صواب ہے۔ اور قرآن وحدیث کو نفسانی خواہشوں کا آلہ کار بنانا موجب عذاب۔

صحیح عقیدہ وہ نہیں ہے جس کی سند صرف تسلیم جد وپدر ہو۔ بلکہ صحیح عقیدہ وہ ہے جو مطابق کتاب وخبر ہو۔ خدا ورسول کے خلاف مصلحت اندیشی کھلا ہوا ارتداد ہے اور نفس کے خلاف خدا اور رسول کا ساتھ دینا جہاد۔

برادران اسلام! جس قدر علم کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے اسی قدر خیالات میں تغیر وترقی ہوتی ہے۔ جتنے مختلف علوم اور متضاد خیالات پر عبور ہوتا ہے اسی قدر تعصب کافور ہوتا ہے۔ جس قدر اثبات ونفی کے مضامین نظر سے گذرتے ہیں محاکمہ

ہونگا"۔ میں نے عرض کی میری کیا مجال ہے"۔ اس دن سے پھر کبھی مجھے چھوڑنے کے لئے دروازے
کے باہر تک تشریف نہیں لائے۔ وہ خوب سمجھ گئے کہ اندھیرے میں تصویر نہیں آسکتی لہذا ایسا
موقع ہی نہ دو۔

مولانا کے تین فرزند (۱) احمد علی خاں (۲) محمود علی خاں (۳) محمد علی خاں۔
بڑے فرزند کو اس قابل بنا دیا تھا کہ انکو اپنا قائم مقام سمجھتے تھے۔ لیکن مولانا کی
حیات ہی میں انھوں نے قضا کی۔ منجھلے صاحبزادے کے ایک فرزند (اسد علی خاں) سے تھے
محمود علیخاں (منجھلے فرزند) کو خاطر خواہ تعلیم دی ہنوز فارغ ہونے نہ پائے تھے کہ ایک روز
تذکیر کے موقع پر کچھ سخت سست کہا۔ ان کو اس قدر ناگوار ہوا کہ پھر باپ کے سامنے کتاب ہی نہ کھولی
علاوہ ان تین صاحبزادوں کے ایک صاحبزادی بھی تھیں جن کی شادی ہو چکی تھی اور ان سے
ایک لڑکا تھا۔ مختصر یہ کہ اب کوئی باقی نہیں ہے نہ بیٹوں کی اولاد میں نہ بیٹی کی اولاد میں۔
علم کے قدر دان مختار الملک مغفور نے مولانا کے نام ایک سو روپیہ چلتی بطور منصب
کر دئے تھے ان کے بعد لڑکوں پر جاری ہوا جب نسل ہی مٹ گئی تو یہ منصب بھی ختم ہو گیا۔
اسی طرح مولوی حسنو میاں صاحب کے صرف ایک صاحبزادی تھیں اب انکی نسل بھی باقی
نہ رہی۔ اور ان کے شاگرد رشید مرحوم آقا محمد علی صاحب طاب ثراہ کی یادگار ان کے ایک فرزند
جناب آقا حسن صاحب ہیں۔ خدا رکھے۔ بس انھی پر ان کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا
ہے۔ اللہ بس باقی ہوس۔

کی قوت بڑھتی ہے۔ جس قدر مطالعہ کی کثرت ہوتی ہے آزادیٔ رائے میں وسعت
ہوتی ہے۔ جس قدر بحث و مباحثہ دیکھتا سنتا ہے (بشرطیکہ خود ایک فریق نہ ہو) صحیح نتیج
فیصلے کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ہر اگلے قدم میں پچھلے قدم کی غلطی معلوم ہونے کا
امکان ہے۔ ہر چلنے والے کو منزل مقصود پر پہنچنا آسان ہے جو کھٹکھٹائے گا
اسی کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور جو مخلصانہ تلاش کرے گا وہی گوہر
مراد پائے گا آدمی مدتوں میں انسان بنتا ہے اور عالم عرصہ دراز میں صاحب
عرفان۔ دین سے بے پروا آبائی تقلید کے چکر میں رہتے ہیں اور دنیا کو مسافر خا
جاننے والے خاندانی عقائد کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ شقی پتھر کو خدا جانتے ہیں
اور پتھر کی طرح شرک پر اڑے رہتے ہیں اور سعید بہتر سے بہتر کی تلاش میں رہتے ہیں
الٰہی باطل سے بچا اور صراط مستقیم دکھا حق کا خیال بلا تحقیق جما رہتا ہے اور عاق
تحقیق کے ساتھ جگہ بدلتا رہتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ علماء کے بعض تصانیف یا بعض علما
کے تصانیف میں متضاد مضامین پائے جاتے ہیں۔ ہذا ربی ہذا اکبر کہنا ستارہ پرستو
کا قدیمی شیوہ ہے مگر "لا احب الآفلین" سمجھ لینا بھی سنت ابراہیمی ہے۔ لیکن اگر
انسان اپنے خلاف سننا چاہے اور نہ دیکھنا تو لذت تحقیق سے ہمیشہ محروم رہے گا
اور حق نامعلوم۔ اسی کا نام تعصب ہے اور اسی کا نام اندھی تقلید ہے جس کی مذمت
قرآن و حدیث میں جا بجا مرقوم ہے۔

عن واثلة ابن الاسقع قال قلت | واثلہ ابن اسقع سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا

یارسول اللہ ما العصبیۃ قال ان تعین قومک علی الظلم (سنن ابی داود)	میں نے عرض کی یا رسول اللہ تعصب کسے کہتے ہیں فرمایا کہ تو اپنی قوم کی مدد ظلم پر کرے۔

ظلم کی تعریف ہے "وضع الشئی فی غیر محلہ"

قانون اسلامی کی رو سے یہ جرم کی تعریف ہے اب سزائے جرم بھی سنئے۔

عن جبیر ابن مطعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم قال لیس منا دعا الی عصبیۃ ولیس منا من قاتل علی عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ (سنن ابی داود)	جبیر ابن مطعم سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے جس نے تعصب کی طرف لوگوں کو بلایا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے جنگ کی تعصب کے سبب وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو تعصب پر مرا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس علم و اطلاع کے بعد کونسا مسلمان ہوگا جو تعصب سے انتہائی جرم کا ارتکاب کرے اور اس کی سزا "لیس منا" (رسول سے بے تعلقی) یا جہنم قبول کرے گا۔ تعصب کی برائی سے کم و بیش واقف تو سب ہیں لیکن ہر فرقہ دوسرے میں جس عیب کو تعصب بتاتا ہے اپنے فرقہ میں اس کو "البغض للہ" اور "تصلب فی الدین" اور غیرت مذہبی کہتا ہے اور اس کو بزرگوں کا راستہ بتاتا ہے جس کا چھوڑنا بہت برا اور انتہا گمراہی سمجھے ہوئے ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر بزرگوں کی تقلید ہی میں حق محصور ہے تو تمام انبیاء پر ان کے زمانہ میں ایمان لانے والے سب سے زیادہ غلط کار اور

خدائے علیم و خبیر و حکیم ارشاد فرماتا ہے "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (ترجمہ) ہم نے جن و انس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔ بعضوں نے "لیعبدون" کے معنی "لیعرفون" کئے اور یہ صحیح ہے اس لئے کہ عبادت بغیر معرفت کے توہم پرستی ہے۔ اور خدا نے انسان کو اس لئے جوہر عقل سے سرفراز فرمایا کہ اسی کے ذریعہ سے وہ اپنے خالق و رزاق کو پہچان کر اُس کی عبادت کرے اور یہی اس کی خلقت کی علّت غائی ہے۔

انسان نے دنیا میں قدم رکھتے ہی اسی جوہر عقل کی بدولت ہر شئے کی جستجو اور اس کی حقیقت کی تلاش شروع کر دی۔ نہ معلوم کتنے ہزار یا کتنے لاکھ برس گذر گئے کہ یہ کوشش جاری ہے اور جبتک انسان اس دنیا میں ہے اُس کی سعی و طلب جاری رہے گی۔ ہم کہہ نہیں سکتے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کی حد کہاں ختم ہو گی۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا کی ترقی کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور یہ سب انسانی عقلی کاوشوں کا نتیجہ ہے باوجود اس کے بعض منصف علمائے سائنس کا قول ہے کہ "ابھی ہم نے اس کائنات کے ایک ذرے کی حقیقت و ماہیت معلوم نہیں کی" اگر انسان کی نیت خیر پر ہو تو اس کا صلہ ضرور ملے گا اور اگر شر پر ہو تو ہرگز اس کی سزا سے بچ نہ سکے گا۔ اگر وہ حقیقی معنی میں انسان رہنا چاہتا ہے تو اپنے ہاتھ اور زبان سے اپنے بنی نوع کو نقصان نہ پہنچائے اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے خالق و رزاق کی معرفت و عبادت سے بھی

آبائی تقلید سے انحراف کے مجرم اور سزا کے مستحق ہوں۔ حالانکہ انہی کو ہم "انصار اللہ" حواریان کرام۔ صحابۂ عظام۔ قرن اول والے مومن کہتے ہیں۔ اگر یہ دلیل صحیح ہو تو ہم کو دوسرا یہ غلط پہلو صحیح تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام کفار بھی برسر حق ہیں کیوں کہ وہ بھی اپنے بزرگوں کی لکیر کے فقیر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غلط راستے کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر آنا۔ چھکڑا اتر کر کے موٹر اور ہوائی جہاز میں سفر کرنا کسی معنی میں غلطی نہیں ہے۔ سچ پوچھئے تو ہم مسلمانوں کو نہ زید سے غرض ہے اور نہ بکر سے ہم کو خدا و رسول کے احکام سے مطلب ہے جو کچھ ان کے ارشاد سے ثابت ہوا مان لیا۔
اگر باپ دادا کی تقلید پر ایمان کا انحصار ہوتا تو قرآن مجید میں اس کی مذمت نہ آتی۔
ملاحظہ ہوں آیات "سورہ زخرف" آیۃ "۲۰" سورہ "بقرہ" آیۃ "۱۶۵" سورہ "لقمان" آیۃ "۲۰" سورہ "مائدہ" آیۃ "۱۰۳"
ان آیات میں سوال کرنے والے انبیاء جواب دینے والے کفار اور ان کا تذکرہ کر کے ملامت کرنے والا خدا ہے۔ افسوس کل جو جواب کافر دیتے تھے آج وہی جواب مسلمان دے رہے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ آبائی غلطی بتا کر سیدھا راستہ بتانے والا ایک طرح انبیاء کی نیابت کی جھلک لئے ہوئے ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف آبائی غلطی پر اڑنے والے کفار کی قائم مقامی کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتی کہ فقہی مسائل پر دین کا دار و مدار ہے اور قرآن و حدیث محض بے کار۔

وال مروان کی ایک سب سے بڑی یادم بدعت ثمرہ اور معصیت و فسق و عدوان بدعت شنیعہ
وہ تھی جس کا انتقامانہ اتباع برادران شیعہ نے شروع کیا اور افسوس ہے کہ بدبختانہ
تماند آج تک کرتے ہیں یعنے سب سے پہلے سرزمین اسلام جو رحم و محبت اور صلح و اخوت
ہی کی تخم ریزی کے لئے بنی تھی سب و شتم اور لعن و تبرے کا تخم انہوں نے بویا۔ مقدس
مساجد اسلام میں جو صرف عبادت و طاعت الٰہی و اذکار و اشتغال کے لئے بنائی گئیں
تھیں اپنے اغراض نفسانیہ منکرہ سیاسیہ سے اہل بیت نبوۃ اور حضرت امیر علیہ
السلام پر علانیہ لعنت بھیجنی شروع کی اور جمعہ کے خطبۂ ثانیہ میں اس فعل شنیع و منکر کو
(نہیں جانتا اس کو کن لفظوں سے تعبیر کروں) داخل کردیا۔ چنانچہ تکبیر و تسبیح کی
صداؤں میں خطیب منبر پر چڑھتے تھے اور تحمید و تقدیس و صلوٰۃ و تسبیح کے بعد آخر میں
حضرت علی علیہ السلام پر لعنت بھیجی جاتی تھی اور پھر شمشیر ظلم سے لوگوں کی زبانوں کو
اس طرح لرزاں و ترساں رکھتے تھے کہ کسی کو اس صریح فسق عظیم و معصیت کبریٰ و
ہتک شریعت الٰہیہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی تھی" (ملاحظہ ہو
اخبار الہلال نمبر (۲۱) جلد (۳) مورخہ ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ
صفحہ ۳۶۲)

مولینا کی اس تحریر سے ثابت ہے کہ اسلام میں تبرّے کی بناء معاویہ
سے ہوئی اور شیعوں سے اس کا ردعمل ظاہر ہوا۔ بہرحال اب اس خصوص میں
بحث و مباحثہ کرنا بے کار ہے خصوصاً اس نازک دور میں جبکہ مسلمانوں کے باہمی

غافل نہ رہے جو اس کی خلقت کی اصلی غرض و غایت ہے۔ اور یہ منشائے عقل
بھی ہے۔ چنانچہ کسی نے حضرت سر اللہ فی العٰلمین امیر المومنین علی ابن ابی طالب
علیہ السلام سے عقل کی تعریف پوچھی تو ارشاد فرمایا "ما عبد به الرحمٰن و اکتسب
به الجنان" عقل وہی ہے کہ جس کے ذریعہ سے بندہ اپنے خالق کو پہچان کر مستحق جنت ہو۔
اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر چیز کی پہچان کے لئے عقل ہی کو ایک معیار ٹھہرا
کیا ہے اور اسی معیار پر رکھ کر ہم ہر شئی کی برائی اور بھلائی سے واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ
علمائے اسلام نے اسی لئے علم مناظرہ ایجاد کیا کہ خدا کی دی ہوئی عقل کی
روشنی میں آیات قرآنی اور پیغمبر اکرمؐ کی احادیث صحیحہ کا مطالعہ کر کے راہ صواب
اختیار کریں اور خدا نے بھی ہم کو اپنے کلام پاک میں اکثر مقامات پر تعقل و تدبر کی ہدایت
فرمائی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اندھی تقلید خواہشات نفسانی۔ اور تعصب کی تاریکی
میں گم ہو کر اسلام کے متعدد فرقے بن گئے اور ہر فرقہ اپنی حقیقت کا مدعی ہے۔ خدا
کرے کہ سب حق پر ہوں اور ایک دوسرے پر سب و شتم کرنے سے محفوظ رہیں۔

اہل سنت والجماعت کے تمام فرق اور فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ میں یہ مسئلہ
مابہ النزاع بنا ہوا ہے کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ کو برا کہتے ہیں اور یہی باہمی منافرت کا باعث
ہے۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اس کے اسباب و علل دریافت کر کے اس منافرت کو
دور کریں۔

امام الہند مولینا ابو الکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں کہ "از ان جملہ بنی امیہ"

اتحاد کی شدید ضرورت ہے چنانچہ اسی بنا پر میں نے بہلول بہجت قاضی القضاۃ
قسطنطنیہ کی کتاب "تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد" کا اردو ترجمہ شائع کیا۔
کیونکہ خود مصنف نے جابجا لکھا ہے کہ وہ علمائے اہل سنت سے ہیں اور انہوں نے
مسلمانوں کو آپس میں متحد کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے اور اس کی سند میں اپنے
ہی علماء کے مستند اقوال پیش کئے ہیں۔ لیکن جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا میری
ناقص رائے میں ناممکن العمل تھا اس لئے میں نے اپنے مقدمہ میں معتبر علمائے اہل سنت
کی مستند کتابوں سے استشہاد کر کے برادران اہل سنت والجماعت سے خواہش کی کہ معاویہ جیسا شخص
کہ جس نے علی اور اولاد علی علیہم السلام پر علانیہ لعنت کی ہو اور جس کا ثبوت معتبر علمائے اہل
سنت والجماعت کی مستند کتابوں میں ملتا ہو اگر اس کی تعظیم و توقیر سے باز آجائیں تو مجھے یقین
ہے کہ موجودہ منافرت دور ہو جائے گی اور میری یہ گزارش کسی طرح قابل ملامت نہ تھی خصوصاً
جبکہ تمام مسلمان اہل بیت رسالت کی محبت و مودت کے مدعی ہیں تو جو شخص اہل بیت رسول پر لعنت
کرے یقیناً وہ ہرگز قابل احترام نہ ہوگا۔ لیکن اخبار رہنمائے دکن میں انجمن علمائے دکن کا حسب
ذیل بیان پڑھ کر مجھے بالکل مایوسی ہوگئی یا (کتاب تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد کی نسبت یہ قرارداد
منظور کی گئی کہ ایسے نازک زمانہ میں جب کہ ملک کے جملہ طبقوں میں اتفاق و اتحاد کی شدید ضرورت
ہے ترجمہ تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد کی اشاعت سے جو مولوی بہلول بہجت کی تالیف ہے مترجم نے
ہماری رائے میں قوم کی خدمت کی بجائے بدخدمتی کی ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ مترجم نے اپنے آپ کو
اہل سنت والجماعت سے منسوب کرتے ہوئے جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین کی شان میں وہ سب کچھ دریدہ دہنی کی ہے جو کسی اہل سنت والجماعت
سے قطعاً ناممکن ہے۔ لہٰذا اہل سنت والجماعت اصحاب سے التماس ہے کہ
اس کتاب کو اہل سنت والجماعت کی لکھی ہوئی تصور نہ کریں" میں یقین کے ساتھ
کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے علمائے اعلام نے اس کتاب کو ملاحظہ فرمانے کی زحمت
گوارا نہیں کی بلکہ محض سماعی خبر کی بناء پر یہ بیان شائع ہو گیا۔ آج کتاب موجود ہے
مجھے کوئی بتائے کہ میں نے کہاں کس مقام پر اور کس پیرایہ میں اپنے آپ کو اہل سنت
والجماعت سے منسوب کیا ہے اور کس صحابی کی شان میں (معاذ اللہ) میں نے
دریدہ دہنی کی ہے۔ البتہ میں نے اسی کتاب کے مقدمہ میں ثابت کیا ہے کہ معاویہ
نے علی و اولاد علی علیہما السلام پر سب و شتم کیا اگر برادران اہل سنت والجماعت چاہتے
ہیں کہ شیعہ و سنی باہم متحد و متفق ہوں تو ایسے شخص کی تعظیم و توقیر نہ کریں۔ اب میں ایک
مختصر تمہید کے بعد آگے بڑھتا ہوں تاکہ برادران اہل سنت والجماعت کے معلومات
میں مزید اضافہ ہو اور معاویہ کے اسلامی کارناموں پر کافی روشنی پڑے اگر ان
واقعات کے بعد بھی میرا معروضہ قبول نہ ہو تو سوائے سکوت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

خاندان بنی امیہ میں پہلے جس نے اسلام قبول کیا (دکھاوا) ابو سفیان ہے۔

اس اسلام کے متعلق پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ "انہ رجل مستسلم ولا مسلم"
یہ وہ شخص ہے کہ جو مسلمان بنایا گیا وہ خود مسلمان نہیں ہوا اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

جنگ یرموک میں جبکہ مسلمانوں کا مقابلہ سلطنت روم کے لشکر سے تھا

اور معرکہ کارزار گرم ہوا اس وقت ابو سفیان دور سے دیکھ رہا تھا۔ جب رومیوں کو غلبہ حاصل ہوتا تو کہتا "ایۃ بنی الاصفر" یعنی شاباش اے ملک روم کے بہادرو۔ اور جب مسلمانوں کو ذرا تقویت ہوتی تو ابو سفیان کی زبان سے حسرت و یاس کے ساتھ بے ساختہ یہ شعر نکل آتا (شعر)

وبنی الاصفر الملوک ملوک　　　الروم لم یبق منھم مذکور

(ترجمہ) ہائے افسوس سلطنت روم کے پر شوکت بادشاہوں کا نام مٹتے ہوئے نظر آرہا ہے"۔ عبد اللہ ابن زبیر یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ جب مسلمانوں کو کامل فتح حاصل ہو گئی تو انھوں نے اپنے باپ زبیر سے بیان کیا زبیر نے کہا "قاتلہ اللہ یابی الا نفاقا او لسنا خیرا لہ من بنی الاصفر" ترجمہ۔ خدا اس کو قتل کرے کیا ہم اس کے لئے بنی الاصفر سے بہتر نہ تھے (ملاحظہ ہو کتاب استیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ حافظ ابو عمر ابن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر القرطبی المتوفی سنہ ۶۳ مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

دوسرا واقعہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو ابو سفیان اپنی عمر کے انتہائی دور میں تھا۔ یہ خبر سن کر حضرت عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ "عرصے کے بعد اب یہ خلافت ہم تک پہنچی ہے اس کو گیند کی طرح جدھر چاہو گردش دو اور بنی امیہ کے ذریعہ سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کرو اس لئے کہ جو کچھ ہے وہ یہی ہے۔" رہ گیا جنت و دوزخ اس کو تو میں کچھ سمجھتا ہی نہیں ہوں

حظہ ہو کتاب مذکور الصدر) اس کے بعد اُن کے فرزند سعید کا بھی اسلام ملاحظہ
ائیں۔

عمرو عاص اہل مصر کا ایک وفد لئے ہوئے شام آیا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں
تاکید کر دی کہ جب دربار خلافت میں جانا تو معاویہ کو خلیفہ کہکر سلام نہ کرنا۔ اور
اں تک ممکن ہو اس سے حقارت کے ساتھ مخاطبت کرنا تاکہ تمہاری ہیبت
س کے دل پر قائم ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ معاویہ اور عمرو عاص میں کچھ کشیدگی
ی۔ جب اس وفد کی حاضری کی خبر معاویہ کو ملی تو معاویہ نے اپنی فراست سے تاڑ لیا کہ
گ کچھ نہ کچھ بے ادبی ضرور کریں گے اس لئے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ جب اہل وفد
ار میں حاضر ہوں تو اس قدر سختی کرنا کہ ہر شخص یہ محسوس کرے کہ اس کی جان کی
ہیں ہے۔ سب سے پہلے مصر کا ایک شخص "ابن الخیاط" نامی داخل دربار ہوا
نے جو یہ حالت دیکھی تو معاویہ کی جانب دیکھ کر کہا "السلام علیک یا رسول اللہ"
ھر کیا تھا تمام اہل وفد نے اسی طرح سلام کیا۔ جب واپس ہوئے تو عمرو عاص
ہا تم پر خدا کی لعنت ہو۔ میں نے تم کو تاکید کی تھی کہ معاویہ کو "امیر المومنین" نہ کہنا
نے اس کو رسول کہدیا" (ملاحظہ ہو تاریخ طبری حالات سنہ ۶۰ ہجری صفحہ ۲۰۶ د
مطبوعہ لیڈن (ہالنڈ) یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ نہ معاویہ نے روکا۔
شام کے اتنے بڑے دربار میں ایک سچا مسلمان تھا کہ ان کو اس مخاطبت
روک دیتا

دوسرا واقعہ۔ مطرف ابن مغیرہ ابن شعبہ ناقل ہے کہ میں اپنے باپ مغیرہ کے
ساتھ دمشق میں امیر معاویہ کی خدمت میں باریاب ہونے کے لیے گیا۔ مغیرہ شاہی
مہمان ہوئے۔ روز معاویہ کے دربار میں جاتے اور جب وہاں سے واپس ہوتے تو
معاویہ کی عقل و فراست۔ تدبر اور دوراندیشی کی تعریف کرتے۔ ایک وقت رات
کو جب واپس ہوئے تو مغموم و محزون سر جھکائے ہوئے بیٹھ گئے۔ میں نے کچھ دیر انتظار
کیا کہ یہ خود بولیں مگر انھوں نے کچھ نہ کہا اور نہ کھانا کھایا۔ میں نے پوچھا کہ آج
آپ کے مغموم ہونے کا کیا سبب ہے۔ کہا۔ "بیٹا کیا کہوں میں ایک ایسے
شخص کے پاس سے آرہا ہوں جو کفر و ارتداد میں دنیا بھر سے زیادہ ہے
میں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا۔ کہا کہ آج تنہائی میں میں نے کہا کہ "اے
امیر المومنین اب آپ کی عمر ہو چکی ہے بہتر ہے کہ آپ عدل احسان کو کام میں لائیں
اور کتنا اچھا ہے کہ آپ اپنے رشتہ داروں "بنی ہاشم" کی طرف بھی توجہ کیجئے
اور ان کے ساتھ صلہ رحم بھی فرمائیے کیونکہ اب ان کے پاس کوئی ایسا سامان
نہیں رہا ہے جس سے آپ کو کچھ اندیشہ ہو۔ اسی طرح آپ کا ذکر جمیل اور اجر
و ثواب دنیا و آخرت میں باقی رہے گا۔ یہ سن کر معاویہ اچھل پڑے کہا۔
"ہیہات ہیہات مجھ کو کس ذکر جمیل کی امید ہو سکتی ہے۔ جو باقی رہے۔ قبیلہ
تیم کے خلیفہ (ابوبکر) نے سلطنت کی۔ کیسے کیسے کام کئے اور کس طرح عدالت کی
پھر کیا ہوا سوائے اس کے کہ جب ان کو موت آئی تو ان کا نام بھی مردہ ہو گیا۔

یادہ سننے زیادہ بہ اثر چھوڑا کہ لوگ کہتے ہیں "حضرت ابوبکر"۔ پھر قبیلہ
ی کے خلیفہ (عمر) نے سلطنت کی اور دس برس کی عرق ریزی او جانفشانی
ے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان کا انجام بھی یہی ہوا کہ وہ مر گئے اور
کا نام بھی مردہ ہو گیا سوائے اس کے کہ لوگ کہیں "حضرت عمر" لیکن یہ ابن
کبشہ (یہ وہ نام ہے کہ اسی نام سے کفار قریش پیغمبر اکرمؐ کو مخاطب کرتے تھے) کا
روزانہ پانچ وقت اذان میں "اشھد ان محمداً رسول اللہ"
کر لیا جاتا ہے۔ پھر مجھ کو اپنے کس کارنمایاں کے بقا کی امید ہو اور کونسا نام میرا
رہ سکتا ہے۔ کچھ نہیں۔ آخری انجام زمین میں دفن ہوتا ہے اور بس
خطہ ہو نصائح کافیہ۔ محمد ابن عقیل حضرمی۔ صفحہ ۹۳)
اواقعہ:۔ معاویہ کو اشتیاق پیدا ہوا کہ کسی ایسے شخص سے ملے کہ جس کی
بہت طولانی (معمر) ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرموت میں ایک شخص ابداً ابد
رہتا ہے جس کی عمر تین سو ساٹھ سال کی ہے۔ جب اس کو دربار میں حاضر
کیا تو معاویہ نے پوچھا کیا تم نے ہاشم کو دیکھا ہے "کہا "ہاں میں نے
کی زیارت کی ہے۔ بہت شاندار بلند و بالا خوبصورت شخص تھے"
ویہ نے پوچھا "کیا تم نے امیہ کو بھی دیکھا ہے کہا" ہاں ایک پست قامت
ٹا آدمی تھا جس کے چہرہ سے شرارت ظاہر ہوتی تھی" معاویہ نے
کیا تم نے محمد کو بھی دیکھا ہے" ایک مسلمان نے ان معمولی لفظوں میں

حضرت کا اسم گرامی سن کر متعجبانہ انداز سے اس نے پوچھا "کون محمد"، معا
کہا وہی محمد رسول خدا" یہ سن کر اس نے کہا کہ "وائے ہو تم پر تم نے پہلے ہی ان کا
اس احترام کے ساتھ کیوں نہ لیا جس کا مستحق ان کو خدا نے بنایا ہے"۔ ملاحظ
کتاب معمرین ابو حاتم سہل ابن عثمان سجستانی بصری المتوفی ۲۵۵ھ ہجری
مطبع سعادت مصر صفحہ ۸۷۔ جو ۱۳۲۳ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے)

واقعات متذکرۂ صدر کے متعلق مجھے اس سے زیادہ عرض کرنے کی
نہیں ہے کہ محولہ کتب ملاحظہ فرما کر خود ہی تصفیہ فرمالیں۔

ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن خدا کا کلام اور اس کا اٹل قانون
پیغمبر اکرم کا ارشاد "حدیث" اور آپ کا عمل سنت ہے اور یہ دونوں (حدیث
وسنت) قرآن کی تفسیر ہیں۔ قانون الٰہی نے کسی کو سزا سے مستثنیٰ نہیں فرمایا
جن انبیاء علیہم السلام سے ترک اولیٰ صادر ہوا خدا نے ان کو مقام امتحان وا
میں کھڑا کر دیا دراں حالیکہ وہ گناہ نہ تھا۔ پیغمبر اولوالعزم حضرت نوح کا بیٹا
باوجود نبی زادہ ہونے کے جرم کی سزا سے بچ نہ سکا۔ محبت پدری نے
بے ساختہ زبان سے کہلوا دیا "رب ان ابنی من اھلی" اے میرے
پالنے والے میرا بیٹا میری اہل سے ہے۔ ارشاد ہوا "انہ لیس من اھلک
انہ عمل غیر صالح" یہ ہرگز تمہاری اہل سے نہیں ہے اس نے
عمل غیر صالح کیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ اگر نبی زادے سے گناہ صادر

حد اس کو خاندان نبوۃ سے خارج کر دیتا ہے پیغمبر اکرم
ارشاد فرماتے ہیں "خلق الجنۃ لمن اطاعہ ولو کان عبداً حبشیا
وخلق النار لمن عصاہ ولو کان سیداً قرشیا" ظاہر ہے کہ سید
قرشی پیغمبر اکرمؐ کی آل واولاد ہی سے ہوگا۔ اگر ان سے بھی گناہ ہو تو سزا سے
بچ نہ سکیں گے۔ اور نہ دنیوی سزا سے وہ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت
والجماعت کی کتابوں میں پڑھا ہے اور مقررین کی زبان سے سنا ہے کہ
کسی موقع پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "اگر میری بیٹی فاطمہؑ بھی (معاذ اللہ)
چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دونگا۔ تو کیا اصحاب سزائے
جرم سے بچ جائیں گے؟

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ
"یہ نہیں کہ کل اصحاب معصوم ہیں اور ان پر کوئی وجہ طعن کی نہ ہو کیوں کہ بعض
ان سے وہ ہیں جن سے شراب پینا ثابت ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے اور
بارہا آنحضرتؐ نے ان پر حدود قائم فرمائے ہیں اور حسان ابن ثابت و
مسطح ابن اثاثہ سے دشنام دہی ثابت ہے جن پر حد جاری ہوئی اور
ماعز اسلمی سے زنا صادر ہوئی ہے۔ جس کو رجم کیا گیا۔

یہ پیغمبر اکرمؐ کا زمانہ تھا اور اب خلفائے راشدین رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے عہد معدلت مہد کے چند مختصر واقعات بھی ملاحظہ ہوں گے

انھوں نے بعض جلیل القدر صحابہ کو کس طرح سزائیں دیں۔

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر مسند آرائے خلافت ہو
تمام عالم اسلام میں تہلکہ مچ گیا۔ کسی نے دعوائے نبوت کیا۔ کسی قبیلہ نے مالگذ
اور کسی نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بہر حال نہایت سخت تشویش
حالت ہو گئی تھی۔ حضرت ابوبکر نے اس کی روک تھام کے لئے پہلا لشکر اسا
زید کی قیادت میں روانہ کیا اور دوسری سپاہ خالد ابن ولید کی ماتحتی میں
اور ان کو تاکید فرما دی کہ "جس قبیلہ سے اذان کی آواز آئے اور وہ نما
ہوں تو ہرگز ان پر تلوار نہ اٹھانا۔" خالد نے اثنائے راہ میں قیام کر کے چند
بغرض تحقیق اسلام روانہ کیا۔ منجملہ ان کے ابو قتادہ اور حضرت عبداللہ
عمر بھی تھے۔ بنی یربوع بھی انہی لوگوں میں تھے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے
انکار کیا تھا جن کے سردار مالک ابن نویرہ تھے۔ یہ وہی مالک ابن نویرہ صحابی
ہیں جن کو حضرت نے اس قبیلہ سے زکوٰۃ وصول کر کے روانہ کرنے پر امین قرار
جب خالد ابن ولید اس قبیلہ میں پہنچے تو اہل قبیلہ سب ہتھیار بند اپنے گھ
نکل آئے (معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں جن میں مالک ا
کی بی بی ام تمیم بھی تھیں "بعضوں نے ام جمیل لکھا ہے جو نہایت حسین و جمیل تھیں گفتگو
معلوم ہو گیا کہ مسلمان ہیں تو اطمینان کے بعد بنی یربوع نے اپنے ہتھیار رکھوا
جب خالد ابن ولید اور مالک ابن نویرہ میں گفتگو شروع ہو

مالک نے کہا کہ "میں نماز پڑھتا ہوں مگر زکوٰۃ نہ دونگا" یہ گفتگو یہاں تک بڑھی کہ خالد نے کہا "میں تجھے قتل کر کے رہوں گا" مالک اور ان کے ساتھیوں نے خالد سے خواہش کی کہ "ہم کو خلیفہ کے پاس بھیجدو وہ ہمارے حق میں جو چاہیں کریں"

جب خالد نے ان کے قتل پر اصرار کیا تو مالک سمجھ گئے اور اپنی بی بی کی طرف دیکھ کر کہا کہ "یہ عورت میرے قتل کا باعث ہوئی" خالد نے ضرار ابن الازور کی طرف اشارہ کیا اور اس نے اپنی تلوار سے مالک کا سر اڑا دیا۔ اور مالک کے اکثر ساتھی بھی تہ تیغ ہو گئے اور ان کے سروں کے چولھے بنا کر ان پر دیگیں رکھی گئیں۔ شائد یہ نکاح کا ولیمہ تھا جو خالد ابن ولید نے مالک کی بی بی سے اسی شب کیا۔ مگر ابو قتادہ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر نہ نکاح کی محفل میں شریک ہوئے اور نہ کسی تقریب میں۔ کیونکہ یہی وہ بزرگ تھے کہ جنھوں نے مالک اور ان کے اہل قبیلہ کے اسلام کی گواہی دی تھی۔

مورخ ابو الفدا نے لکھا ہے کہ "خالد نے مال فئے کے مالک کی بی بی کو خرید کر آزاد کیا اور تین طہر کے بعد ان سے نکاح کیا" لیکن یہ اپنے قول میں منفرد ہیں اور مورخین کا اتفاق ہے کہ اسی شب نکاح اور شب خلوت صحیح ہوئی اور واقعات بھی اسی کے موئد ہیں۔ چنانچہ یہ حالت دیکھ کر ابو قتادہ نے اپنے خدا سے عہد کیا کہ جب تک وہ زندہ ہیں خالد کے ہمراہ

کسی جنگ میں شریک نہ رہیں گے اور مرتے دم اس عہد پر قائم رہے۔ غرض ابوقتادہ نے یہ واقعہ حضرت عمر کی خدمت میں عرض کیا اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے بھی تائید کی۔ یہ سن کر حضرت عمر بہت برافروختہ ہوئے اور حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات بیان کر کے عرض کی کہ خالد ابن ولید کو سزائے شرعی دی جائے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ "خالد نے تاویل میں غلطی کی" جب حضرت عمر نے بہت اصرار کیا تو خالد ابن ولید کو میدان جنگ سے طلب کیا گیا۔ مدینہ پہنچتے ہی خالد نے پہلا کام یہ کیا کہ بارگاہ خلافت کے دربان کو دو دینار اس شرط پر دیئے کہ پہلے ان کو باریابی کا موقع دیا جائے اور جب تک وہ واپس نہ ہوں کسی کو حضوری کا موقع نہ دیا جائے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام میں یہ پہلی رشوت تھی۔ بہرحال مسجد سے خالد ابن ولید اور حضرت عمر دونوں ساتھ ساتھ چلے۔ جب دروازے پر پہنچے تو خالد ابن ولید بے تکلف داخل ہو گئے اور دربان نے حضرت عمر کو یہ کہہ کر روک دیا کہ "ابھی آپ کے لئے میں نے اجازت نہیں لی ہے" اسوقت حضرت عمر کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ "افسوس مالک کا خون رائیگاں ہوا۔" تھوڑی دیر کے بعد خالد واپس ہوئے اور حضرت عمر کو باریابی کی اجازت ملی ہر چند اصرار کیا کہ خالد کو سزا دیجائے لیکن حضرت ابوبکر نے وہی جواب دیا کہ "تاویل میں غلطی ہوئی ہے"

مالک ابن نویرہ کے بھائی متمم ابن نویرہ نے اپنے بھائی کا خون بہا طلب کیا تو حضرت ابوبکر نے بیت المال مسلمین سے خون بہا دلا دیا اور خالد کو حکم دیا کہ مالک کی بی بی سے ترک تعلق کر دے۔

جب حضرت عمر نے مسند خلافت کو زینت بخشی تو پہلا حکم نامہ ابو عبیدہ جراح کے نام صادر ہوا کہ "خالد ابن ولید سے کہو کہ اگر وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لیں تو اپنی خدمت پر بحال رہ سکتے ہیں ورنہ ان سے خدمت کا جائزہ تم حاصل کر کے اُن کے اموال پر قبضہ کر لو" بہ تعمیل فرمان ابو عبیدہ نے خالد کو یہ حکم سنا دیا۔ خالد نے اپنی بہن ام کلثوم سے مشورہ کیا جو حارث ابن ہشام کی بی بی تھیں۔ ام کلثوم نے کہا کہ "وہ تم کو ہر حال میں سزا دیں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری زبان سے اقرار کرا کے تم کو اقبالی مجرم قرار دیں۔ جب کسی حالت میں بھی تمہاری معزولی یقینی ہے تو اپنی زبان سے اقرار کر کے اپنے جرائم پر مہر تصدیق لگا دینا بڑی غلطی ہے"۔ خالد نے اپنی بہن کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا کہ "تمہاری رائے بالکل درست ہے" اور ابو عبیدہ کو خدمت کا جائزہ دیدیا۔

فتنۂ ارتداد کے متعلق طبری کا قول یہ ہے کہ "وارتدت العرب اما خاصۃ او عامۃ من کل قبیلۃ وظهر النفاق" عام خاص ہر قبیلہ کے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور نفاق پھیل گیا۔ دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ "وارتدت کل قبیلۃ عامۃ وخاصۃ الا قریشا

اور تقریباً "سوائے قریش و ثقیف کے سب قبائل مرتد ہو گئے تھے۔ انہی
قبائل میں کندہ (جس کے سردار اشعث بن قیس تھے) اور حضرموت و یمن کے
قبائل بھی تھے۔

قبیلہ کندہ کے مقابلے کے لئے چار ہزار سوار روانہ کئے گئے۔ فتح کے
بعد اشعث کو مع اس کے ساتھیوں کے دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔
حضرت عمر نے کہا کہ " اے خلیفہ رسول یہ دین سے پھر گیا ہے اور بہت فساد
مچایا تھا۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "من بدل دینہ فاقتلوہ
جو دین سے پھر جائے اس کو قتل کر دو۔ اشعث نے معذرت کی اور کہا کہ
اگر حضرت خلیفہ اپنی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ کا عقد مجھ سے کر دیں تو میں
وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرتا رہونگا۔ حضرت
ابوبکر نے اپنے رحم و کرم سے ان کی رہائی کا حکم دیدیا۔ اشعث اور تمام قیدی
چھوٹ گئے اور ام فروہ کا نکاح اشعث ابن قیس سے ہو گیا (ملاحظہ ہو روضۃ
الاحباب جلد دوم صفحہ ۲۵ و ۲۶) کاش خالد ابن ولید بھی نبی یربوع
کے حسب خواہش ان کو حضرت ابوبکر کی خدمت میں پیش کر دیتے تو یہ
الزام ان پر نہ آتا اور ان غریبوں کی جانیں بھی بچ جاتیں۔ مگر ام تمیم کے
عشق ملفرط نے ان کو اس کی اجازت نہ دی۔

۲۔ عہد فاروقی کا کیا پوچھنا کہ اس عدل و انصاف کے زمانہ میں کسی کی

خطا معاف نہ ہوئی اور کوئی بغیر سزائے شرعی کے نہ بچا چاہے وہ صحابی ہو یا صحابیہ۔ آپ کی فہم و فراست و سیاست مدن کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ جب کسی کو کسی خدمت پر روانہ کرتے تو اس کی جائداد کی فہرست کر لی جاتی اور جب اس کو اس خدمت سے علیحدہ کرتے یا کسی دوسری خدمت پر روانہ کرتے تو اس کے تمام املاک کا جائزہ لیا جاتا۔ پہلی فہرست سے جس قدر مال زیادہ ہوتا اس سے واپس لے کر بیت المال مسلمین میں داخل کر دیتے۔

جب عمرو عاص کو حکومت مصر پر روانہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کافی دولت جمع کر لی ہے۔ آپ نے محمد ابن مسلمہ کو روانہ کیا اور جس قدر مال زیادہ تھا سب بیت المال میں داخل کرا دیا۔ اسی طرح آپ کو معلوم ہوا کہ بحرین کے حاکم ابوہریرہ نے دو گھوڑے چھ ہزار دینار میں خریدے ہیں۔ ان کو طلب کر کے آپ نے دریافت فرمایا۔ ابوہریرہ کوئی معمولی آدمی تو نہ تھے۔ انہوں نے بہت کچھ باتیں بنائیں اور مال کی واپسی سے انکار کیا تو آپ نے درۂ فاروقی ایسی جڑ دی کہ ابوہریرہ کے جسم سے خون نکلنے لگا۔ اس کے علاوہ جھوٹی حدیثیں بنانے کی علت میں بھی ان کا جسم درۂ فاروقی سے آشنا ہوا ہے۔

حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد ان کی بہن ام فروہ زوجۂ اشعث ابن قیس نے اپنے بھائی کی صف ماتم بچھائی اور حسب قاعدہ عرب رونے والیوں کو بلوایا۔ حضرت عمر نے منع کیا جب وہ نہ مانیں تو ان کو بھی درہ سے

اُن کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں (ملاحظہ ہو تاریخ ابن واضح)

واقعات متذکرہ صدر پر غور کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوگا کہ کیا خلفائے راشدین معاذاللہ ظالم تھے یا انہوں نے خلاف حکم خدا و رسول یہ سزائیں دیں۔ یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ اصحاب معصوم نہ تھے۔ ان سے غلطیاں ہوئیں اور انہوں نے سزائے شرعی بھی پائی۔ اگر خطائے اجتہادی کے عذر سے بچ سکتے تو کیا عبداللہ ابن مسعود اور ابو ہریرہ جیسے جلیل القدر صحابی اس کی آڑ نہ لیتے

برادران اسلام۔ خدا اپنے مرسلین کے متعلق فرماتا ہے "تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض" تو کیا اصحاب پیغمبر اکرمؐ کے مدارج نہ ہوں گے اور جب کہ بعض انبیاء علیہم السلام سے ترک اولیٰ ہوا تو کیا اصحاب ختم النبیینؐ ان سے بھی افضل تھے کہ ان سے کوئی گناہ ہی صادر نہ ہوا ہو ہم اس سے کیسے انکار کر سکتے ہیں جب کہ خود ہمارے کتب معتبرہ میں یہ واقعات موجود ہوں۔

ہم نے اس مقدمہ میں جن کتب تاریخ و سیر کا خلاصہ پیش کیا ہے وہ حسب ذیل ہیں (۱) تاریخ ابو الفدا (۲) تاریخ کبیر طبری (۳) تاریخ کامل ابن اثیر (۴) تاریخ ابن واضح (۵) تاریخ روضۃ الصفا (۶) تاریخ روضۃ الاحباب (۷) طبقات ابن سعد (۸) کنز العمال۔

سزا دی گئی۔

۳۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت کے واقعات اس کتاب سے ظاہر ہیں میں صرف عبداللہ ابن مسعود کے حالات پر ختم کرتا ہوں۔ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود رسول اللہ کے جلیل القدر صحابی تھے اور ان کے فضائل تمام کتب تاریخ و سیر میں موجود ہیں۔ خصوصاً قرآن مجید کی تعلیم جس طرح انہوں نے پیغمبر اکرم سے حاصل کی کسی نے نہ کی۔ خود حضرت نے ستر سورے یاد دلائے۔ جبرئیل نے حضرت کو قرآن مجید کے تین دور کرائے بعض اصحاب دو دور میں شریک تھے اور عبد اللہ ابن مسعود تینوں دور میں شریک رہے۔ یہ کاتب وحی بھی تھے۔ خود ان کا یہ قول ہے کہ "قرآن مجید کے متعلق اگر کوئی پوچھنا چاہے تو مجھ سے پوچھے، میں جانتا ہوں کہ کونسی آیت کس وقت کہاں اور کس مقام پر اور کس کے متعلق نازل ہوئی"۔

جب حضرت عثمان کے زمانہ میں قرآن مجید جمع ہو چکا تو ان سے ان کا جمع کیا ہوا قرآن مجید طلب کیا گیا۔ انہوں نے دینے سے انکار کیا تو حاکم کوفہ کے نام فرمان جاری ہوا کہ ان کو مدینہ روانہ کر دو۔ جب عبداللہ ابن مسعود مدینہ پہنچے تو حضرت عثمان منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی فرمایا "حیوان زشت آگیا"۔ اس کے جواب میں عبداللہ نے بھی کچھ سخت الفاظ کہے۔ اور حضرت عثمان کے حکم سے حاضرین نے ان کو اس قدر مارا کہ

مثل مشہور ہے کہ شکر شکر کہنے سے منھ میٹھا نہیں ہوتا۔ اسی طرح محض زبان
سے اتحاد اتحاد کہدینے سے اتحاد نہیں ہوتا۔ میرے ذہن ناقص میں جو
تجویز تھی میں نے پیش کر دی اگر یہ غلط ہے تو غلطی ثابت کرنے کے لئے وقت
ضائع کرنے کے بجائے کوئی عملی تجویز پیش کی جائے تو باوجود اس پیرانہ
سالی کے نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ بہ حیثیت ایک خادم کے میں اپنی
حقیر خدمات پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں۔

میرے بعض احباب نے مجھ سے شکایت کی کہ "تو نے اپنی کتاب
کے مقدمہ میں نہ بہلول بہجت کا تعارف کرایا اور نہ یہ بتلایا کہ مترجم فارسی
مہدی ادیب کون ہیں" اور ابو عبد اللہ علائلی مصنف کتاب الوحدۃ اور اس
کے مترجم فارسی کے متعلق بھی یہی شکایت ہوگی۔ میں حیران ہوں کہ جن سے
میں خود ناواقف ہوں ان کا کیا تعارف کراؤں۔ جو کچھ ان کتابوں میں لکھا
ہے میں نے اسی کا ترجمہ اردو میں کر دیا۔ اس کے سوائے ان سے واقفیت
حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں ہے۔ بہلول بہجت ۱۳۴۶ھ تک
بقید حیات تھے۔ قسطنطنیہ میں میرا کوئی شناسا نہیں کہ جس کو لکھ کر میں دریافت
کر سکوں۔ اسی طرح عبد اللہ علائلی مصر کے رہنے والے ہیں ان کے ۳۔ ۴
تصانیف کا نام میں نے پڑھا ہے دیکھا نہیں اس کتاب کے مترجم کے ۴۔۵ تصانیف و تراجم میں نے
دیکھے اور اس وقت وہ کتابیں بھی میرے پاس نہیں ہیں۔ غالباً ان کی پہلی تصنیف حبابات تاریخی

(۹) الامامۃ والسیاست (۱۰) الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ (۱۱) ملل و نحل شہرستانی (۱۲) عقد الفرید۔ اگر میں ہر کتاب کی اصل عبارت یا اس کا پورا ترجمہ پیش کرتا تو یہ کتاب بہت ضخیم ہو جاتی۔ میں نے ان کا خلاصہ پیش کرنے میں جس قدر احتیاط کی ہے وہ کتب مذکورہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔

مجھے مسلمان اور سید ہونے کی حیثیت سے حق ہے کہ میں معاویہ پر سب وشتم کروں اس لئے کہ اہل بیت رسول پر معاویہ کا سب وشتم کرنا اور پیغمبر اکرم کی شان میں گستاخی کرنا ثابت ہے۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں لکھا ہے کہ جو شخص پیغمبر اکرمؐ یا آنحضرت کے اصحاب کی شان میں گستاخی کرے وہ واجب القتل ہے۔ (کیا علی ابن ابی طالبؑ صحابی رسول بھی نہ تھے) باوجود اس کے میں نے اپنی جانب سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں لکھا کہ جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔

اور کتاب نثر نیرگ و محاکمہ در تاریخ آل محمد کا ترجمہ اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھنے کی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ برادران اہل سنت والجماعت کو وجہ منافرت سے آگاہ کر کے ان سے خواہش کی جائے کہ اگر آپ عظمت و بزرگی کے ساتھ معاویہ کا نام نہ لیں تو یقین ہے کہ ان دونوں فرقوں سے منافرت دور ہو جائے گی اور اسی سلسلہ میں دونوں ایک دوسرے سے قریب تر ہو جائیں گے۔

سے اس خدمت پر مامور ہو لہٰذا تم ہی نماز پڑھاؤ اور میں تمہارے پیچھے پڑھوں گا"

ہم کو کسی تاریخ میں نظر نہیں آتا کہ ابوذر نے حکومت وقت کے خلاف جلسے کئے ہوں جلوس نکالے ہوں یا اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو جمع کر کے حکومت سے مقابلہ کی تیاری کی ہو۔

اب رہا سوشلزم کا الزام۔ اگر آیات قرآنی اور احادیث پیغمبر اکرمؐ کی تعمیل کا نام سوشلزم رکھا جائے تو یہ سلسلہ بہت دور پہونچے گا۔ ابوذر تو آیات قرآنی پڑھ کر سرمایہ داروں کو سُنا رہے تھے کہ احتکار و اکتناز کو خدا نے منع فرمایا ہے جن مزدوروں سے کام لیتے ہو اُن کی اجرت برابر ادا کرو۔ تمہارے اور تمہارے اہل و عیال کے ضروری مصارف کے بعد جو کچھ بچ رہے موافق حکم الٰہی و عمل پیغمبر غرباء و فقراء پر تقسیم کر دو۔ تیرہ سو سال گذرنے کے بعد آج ابوذر کو کمیونسٹ یا سوشلسٹ کیوں کہا جا رہا ہے۔ اگر قارئین کرام خدا کی دی ہوئی عقل و بصیرت سے اس پر غور فرمائیں گے تو خود بخود یہ راز منکشف ہو جائے گا۔

مصنف نے بعض مقامات پر شیعوں کے عقائد کے خلاف لکھا ہے اور مترجم فارسی نے ان پر کوئی ایراد نہیں کیا۔ نیز میں نے

ہے اور اسی تالیف کی وجہ سے ان کی بہت شہرت ہوی۔ بجاے اس کے کہ اپنا نام لکھیں ہر کتاب کے آخر میں "مصنف حبابات تاریخی" لکھا ہے۔

یہ کتاب (ابوذر) عبداللہ علائلی کی لکھی ہوئی ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق میں صرف یہی جانتا ہوں جس کا مترجم نے اپنے مقدمہ میں حوالہ دیا ہے کہ "لندن کے مجلہ اسلامی اور بغداد کے الاخبار شمارہ (۲۵۰۴) مورخہ ۳ جمادی الاخری ۱۳۶۸ھ میں اسی نام سے لکھا گیا ہے۔

اصل کتاب (ابوذر) پر میں کیا تبصرہ کر سکتا ہوں کیوں کہ خود مترجم فارسی نے جو مقدمہ لکھا ہے وہی بہت کافی ہے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ آج تیرہ سو سال قبل خصوصاً عرب میں کمیونزم اور سوشلزم کا نام کیسے آگیا تھا۔ اگر بالفرض اس کا وجود تھا بھی تو ابوذر کے عمل سے نہ کمیونزم ثابت ہو رہا ہے اور نہ سوشلزم۔

جب پیغمبر اکرم نے ابوذر کو آنے والے حوادث کی خبر دی تو ابوذر نے عرض کی "کیا میں مقابلہ کروں" ارشاد ہوا "نہیں بلکہ صبر کرو اور حاکم وقت کے ہر حکم کی تعمیل کرنا چاہیئے وہ غلام حبشی ہی کیوں نہ ہو" ابوذر نے لفظ بلفظ اس ارشاد کی تعمیل کی یہاں تک کہ جب یہ "ربذہ" پہونچے تو وہاں کی مسجد میں ایک غلام حبشی جماعت کی امامت کے لئے منجانب خلیفہ وقت مامور تھا۔ ان کو دیکھ کر اس نے کنارہ کیا۔ ابوذر نے کہا کہ "تم خلیفہ کی جانب

اور نہ کروں گا۔ کیونکہ جو شخص دو فریق کو باہم متحد کرنے کی کوشش کرے وہ ہرگز ایسی غلطی نہ کرے گا کہ اُس کی وجہ سے اُس کی سعی و کوشش رائیگاں ہو جائے فقط وما توفیقی الا باللہ توکلت علیہ والیہ انیب

عبدہ المذنب

سید عباس حسین

چہارشنبہ ۱۴ ماہ مبارک شعبان سنہ ۱۳۲۷ ہجری
اعجاز منزل دارالشفا حیدرآباد دکن

اپنے مقدمہ میں جن مورخین کے اقوال بطور استشہاد کے نقل کئے ہیں ان میں بھی بعض شیعوں کے مسلمات کے خلاف ہیں چونکہ میں نے نقل قول کیا ہے اس لئے مجھے حق نہیں ہے کہ ان پر اعتراض کروں۔ خصوصاً جب کہ میرا اعتراض مناظرہ کی شکل اختیار کرلے گا جس سے میں ہمیشہ دور رہا ہوں اور رہوں گا۔

عرب میں ایک مثل ہے "من صنف استهدف" جس نے تصنیف کی وہ تیر ملامت کا نشان بنا۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کتاب میں ضرور غلطیاں ہوں گی۔ بجائے اس کہ قارئین کرام سے معافی چاہوں جیسا کہ عام مصنفین کی عادت ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہر پڑھنے والا مصنف کی مجبوریوں پر غور کر کے کتاب پڑھتے وقت اپنے فہم و سلیقہ کے موافق اس غلطی کی اس طرح اصلاح کرلے کہ اصل مطلب فوت نہ ہو جائے۔

میں ناظرین سے اس طوالت کی معافی چاہتے ہوئے التماس کرتا ہوں کہ اس مقدمہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ میں نے کہیں کسی مقام پر کسی کی شان میں کسی طرح کی گستاخی نہیں کی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مترجم فارسی کا مقدمہ ابوذر غفاری کے اُن بیجا الزامات کے متعلق کہ "وہ عقل اور دین کے خلاف رائے" دیتے تھے

طبع و نشر کے وسائل نے جسقدر علم و ادب کی خدمت کی اُسی قدر نقصان بھی پہنچایا۔ اخبار اور مجلہ کے چھاپنے کے لئے چھاپہ خانے اور اُن کی نشر و اشاعت کے وسائل وجود میں آنے سے قبل بہترین انشاء اور اعلیٰ مطالب کا کوئی مضمون لکھا جاتا تھا تو اس کی نقل کے لئے صرف کاغذ قلم۔ اور دستانی کی ضرورت ہوتی تھی لیکن ہر شخص کو اس سے استفادہ نصیب نہیں ہوتا تھا۔ اکثر ایسے مضامین مخصوص کتب خانوں میں محفوظ رہتے تھے کیونکہ اُس وقت طبع و نشر کے لئے ایسے آلات تھے اور نہ نشر و اشاعت کے ذرائع۔ یہی وجہ تھی کہ اس عہد کے علماء اور عقلاء کی تحریروں سے عوام فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اب یہ موانع اُٹھ گئے اس وقت آپ کوئی علمی یا سیاسی تقریر کسی ریڈیو اسٹیشن سے گھر بیٹھے سن سکتے ہیں یا کسی مصنف کا مقالہ۔ چاہے وہ دنیا کے کسی گوشہ میں کیوں نہ ہو تھوڑی ہی مدت میں آپ اخباروں کے کالموں میں پڑھ لیتے ہیں۔ علم و ادب کی یہی وہ خدمت ہے جو چھاپہ خانے اور تیز رفتار وسائل انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی جو بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے ہم اُس سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ وہ یہ کہ چھاپنے کی مشینیں اور

اور جو خدا کے احکام پر عمل نہیں کرتا اُس کو تو کینے سے رد کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر عثمان کو
ناراض کر کے خدا کو راضی رکھوں تو اس سے بہتر ہے کہ خدا کو ناراض کر کے عثمان کو راضی رکھوں

عثمان نے ابو ذر کا دل لینے (خوش کرنے) کے لئے دو سو دینار (اشرفی)
دو غلاموں کے ذریعہ سے روانہ کئے۔ اور کہا۔ ابو ذر سے کہو یہ دو سو دینار رکھ لیں
اپنے پیروؤں کو دیدو۔" جب یہ رقم پیش کی گئی تو ابو ذر نے کہا "کیا اتنی ہی رقم ہر ایک
مسلمان کو دی گئی ہے" غلام نے کہا "نہیں"

"میں بھی ایک مسلمان ہوں جس قدر مجھے دیا جارہا ہے اُسی قدر ہر ایک مسلمان کو
ملنا چاہیئے"

عثمان نے کہا "یہ میری ذاتی رقم ہے۔ خدا کی قسم اس میں بالکل مال حرام مخلوط
نہیں ہے اور میں تمھارے لئے مال حلال ہی بھیجتا ہوں"

"مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ آج میں سب سے زیادہ مالدار ہوں"

"خدا تم کو اچھا رکھے ہم اس وقت تمھارے گھر میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہے ہیں
نہ کم اور نہ زیادہ"

"یہ ٹوکری جو تم دیکھ رہے ہو اس میں چند روز سے ایک جو کی روٹی رکھی ہوئی
ہے پھر میں یہ رقم لے کر کیا کروں" یہ کہکر رقم واپس کر دی۔ عثمان نے کئی مرتبہ اسی طرح
بھیجا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا (ابو ذر نے قبول نہ کیا) ایک روز ایک غلام کو سو دینار
دے اور کہا کہ "ابو ذر کے پاس لے جا اگر وہ قبول کرلیں تو تو آزاد ہے" غلام نے وہ

خلیفہ کو اطلاع دی کہ "ان شہروں کے تمام مسلمان (عثمان) کے اور ان کے حکام کی مخالفت میں تیار ہو گئے ہیں۔" لیکن ایک شخص (عمار یاسر) پیغمبر کے صحابی جو اسلام میں پیش پیش تھے واپس نہیں ہوئے کیونکہ وہ خود بھی داد خواہوں کے شریک ہو گئے۔

عمار یاسر کا یہ اقدام عثمان کے لئے بہترین دلیل تھی کہ وہ اپنی سیاسی غلطی اور لوگوں کی ناراضگی سے باخبر ہو جاتے۔

طبری کہتے ہیں کہ "عثمان کے دشمن سنہ ۳۵ ہجری سے عثمان کو (خلافت) سے ہٹانے اور ان کے حکام کو معزول کرنے کے لئے اپنے شہروں سے آپس میں کاغذی گھوڑے دوڑانے لگے۔ یہ وحشت ناک خبریں مرکز کو پہنچ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ خلیفہ مجبور ہو گئے کہ حسب ذیل گشتی اپنے ممالک محروسہ میں جاری کریں۔

(گشتی) مجھے اطلاع ملی ہے کہ میرے عمال نے تم میں سے بعض کو مارا ہے اور گالیاں دی ہیں جس کسی کو شکایت ہو حج کے موقع پر مکہ آئے تاکہ مجھ پر یا میرے عمال پر جس کسی کا حق ہو واپس کرا (دشنا کی) کو لوٹا دوں۔"

اس گشتی کے نفاذ کے بعد اپنے مصاحبین و اہل دربار سے مشورہ کیا کہ کیا چارہ کار اختیار کیا جائے بعضوں نے کہا کہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور بعضوں نے اس کے خلاف مشورہ دیا کہ ان پر اور زیادہ سختی کی جائے۔ اس درمیان میں معاویہ نے بھی ان کو لکھا کہ "قبل اس کے کہ لوگ تم پر حملہ کر دیں اور کوئی چارہ کار ممکن نہ ہو شام چلے آؤ۔" لیکن کبر سنی کی وجہ سے نیز مدینہ کی سکونت ان کو بے حد پسند تھی عثمان نے معاویہ کی

اس ذلت کو اپنے لئے قبول کر لوں گا (کیونکہ سب کو خدا کی طرف جانا ہے
خدا کی قسم میں تم کو خوش کرونگا۔ مروان اور اس کے عزیزوں کو اپنے پاس سے ہٹا کر
اپنے میں اور تم میں کوئی فاصلہ نہ رکھونگا۔

جب خلیفہ گھر لوٹے مروان، سعد۔ اور۔ بنی امیہ کے چند افراد جنہوں
نے (عثمان کی زبان سے) خطبہ سنا تھا خلیفہ کی واپسی سے پہلے ان کے مکان
میں منتظر بیٹھے تھے عثمان کے پہنچتے ہی مروان ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دوسروں
کی بہ نسبت مروان کا اثر عثمان پر بہت تھا۔ اور نہایت سخت لہجہ میں ان
سے گفتگو کرتا تھا۔ کہا۔ "امیر المومنین میں کچھ کہوں یا خاموش رہوں"۔
عثمان کی بی بی نائلہ نے اپنے شوہر کو جواب دینے کی مہلت نہ دی کہا۔ خاموش
رہ۔ خدا کی قسم تم لوگ عثمان کے قاتل ہو۔ تم عثمان کے بچوں کو یتیم کر رہے ہو۔ انہوں
نے سب کے سامنے وعدہ کیا ہے ہرگز اس سے نہ پلٹنا چاہیئے"۔

مروان نے عثمان کی بی بی کو گالیاں دیں اور انہوں نے بھی مروان کو گالیاں
دیں۔ مروان نے عثمان کو قابل ملامت قرار دیتے ہوئے کہا۔ "یہ گفتگو کیا تھی۔ تم
لوگوں کو گستاخ بنا رہے ہو"۔

عثمان نے کہا "اس کے بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ وہ تو میرے قتل کے درپے تھے"۔
عثمان کے خطبے کے بعد جس کو جو شکایت تھی اس نے پیش کی۔ دادخواہوں نے
بھی عثمان کے وعدوں پر بھروسہ کر لیا۔ ان کو یقین ہو گیا کہ اب خلیفہ نیک و منصف حکام

امیر المومنین (عثمان) "یقیناً ایسا ہی ہے۔ میں نہیں جانتا۔"

"تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ۔ اگر جھوٹ کہہ رہے ہو تو اس جگہ (خلافت) کے سزاوار نہیں ہو کیونکہ بلا سبب ہماری قید و قتل کے لئے لکھا تھا۔ اور اگر سچ کہہ رہے ہو تو جب بھی (خلافت) سے ہٹ جانا چاہیئے اس لئے کہ تم بالکل عاجز اور بیوقوف ہو۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کا اختیار رذیل کے ہاتھ میں دیا جائے اور اس کی بدولت دوسرے جو چاہیں اور جس طرح چاہیں حکومت کریں۔ لہذا چلو اب اپنی جگہ خالی کرو۔"

عثمان۔ "خدا نے میرے جسم پر جو لباس پہنایا ہے وہ نہیں اُتاروں گا۔ ہاں توبہ کرتا ہوں۔"

"اگر یہ پہلی خطا ہوتی اور توبہ کرتے تو ہم قبول کرتے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ توبہ کرتے ہو اور پلٹ جاتے ہو۔ جب تک اس خدمت سے علیحدہ نہ ہو جاؤ ہم تم سے دست بردار نہ ہونگے چاہے ہم مارے جائیں۔"

اب کی دفعہ محاصرے میں اس قدر سختی کی کہ لوگوں سے میل جول بند کر دیا یہاں تک کہ امام علی ابن ابی طالب کو بھی روک دیا در آنحالیکہ اُن سے آئندہ کے توقعات وابستہ اور ان کا بہت احترام ملحوظ رکھتے تھے۔ اس لئے کہ عثمان عاجز آکر جگہ خالی کر دیں۔

عثمان عاجز آگئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ بلا جو اُن کے گلے کا ہار ہو گئی کس طرح اُس سے چھٹکارا ہوگا۔ معاویہ۔ ابن عامر۔ اور لشکر کے سرداروں کو لکھا کہ "جس قدر جلد ممکن ہو کمک روانہ کریں۔ معاویہ نے حبیب ابن مسلمہ الفہری کی قیادت میں کچھ فوج بھیجی۔ اور مجاشع ابن مسعود سلمی بھی ایک جماعت کے ہمراہ بصرہ سے

روانہ ہوا۔

بصرہ کا لشکر شام کی سپاہ سے پہلے مدینہ روانہ ہوا۔ ربذہ پہنچے تھے کہ ایک سوار مدینہ سے مشرق کی جانب جاتا ہوا نظر آیا۔ اس کو روک کر پوچھا کہ "داد خواہوں کے ہنگامہ کا نتیجہ کیا ہوا"

"کچھ دنوں تک عثمان کے گھر کا محاصرہ رہا۔ بعض کہتے تھے "اب انتظار کیا ہے"۔ بعض کہتے تھے کہ جلدی نہ کرنا شاید وہ اس کام سے الگ ہو جائیں" پھر بے چین ہو کر سوار نے کہا کہ "ذوالحجہ کی آٹھویں کو داد خواہوں کے صبر کا پیالہ بھر گیا۔ گھر میں گھسنا چاہا مگر اندر سے دروازہ مقفل تھا۔ انھوں نے دروازہ کو آگ لگا کر جلا دیا اور گھر میں گھس پڑے۔ عثمان کے بچانے کے لئے لوگ اُن کو (داد خواہوں کو) روک رہے تھے۔ روکنے والوں میں سب سے پیش پیش امام علیؑ ان کے دونوں بیٹے حسن اور حسین تھے۔ (داد خواہ) ان دونوں کو ہٹا کر عثمان کے قریب پہنچے اور آخری حجت تمام کرنے کے لئے کہا " اب بھی (خلافت سے) ہٹ جاؤ"۔

عثمان! "جو لباس خدا نے میرے جسم پر سنوارا ہے اسے جدا نہ کروں گا"۔

(سوار نے کہا) "میں بھی اس جماعت میں شریک تھا۔ محمد ابن ابی بکر نے جو سب کے آگے تھے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی اور کہا۔ "اے نعثل! خدا تجھے ذلیل کرے"۔

عثمان "میں نعثل نہیں ہوں۔ میں امیر المومنین عثمان ہوں"۔

"دیکھا۔ معاویہ اور فلاں فلاں اشخاص نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا"۔

صفحہ	نمبر حاشیہ	حواشی
		گھوڑ پھوڑ اور گھوڑ پھوڑ کا بیٹا ملعون اور ملعون کا بیٹا ہے"۔ علیؑ نے غضبناک ہو کر کہا کہ "تم مجھے اس طرح کہتے ہو۔ کیا میں اور مروان دونوں (تمہاری نظروں میں) برابر ہیں۔ خدا کی قسم میں تم سے بہتر ہوں۔ میرا باپ تمہارے باپ سے اور میری ماں تمہاری ماں سے بہتر ہے" یہ سن کر عثمان نہایت غصہ کی حالت میں سر جھکائے ہوئے گھر میں چلے گئے (مروج الذہب جلد ۱ صفحہ ۴۴۹)
۷۶	۱	عبداللہ ابن مسعود پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ صاحب تنقیح المقال نے ان کو ثقہ لکھا ہے (جلد ۲ صفحہ ۲۱۵) اور صاحب اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کہتے ہیں کہ "عبداللہ ابن مسعود جنگ بدر و احد و خندق میں پیغمبر کے ساتھ شریک تھے اور پیغمبر کے بعد جنگ یرموک میں بھی حاضر رہے اور منجملہ ان لوگوں کے ہیں جنھوں نے بیعۃ الرضوان کی۔ جب عمر نے عمار یاسر کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تو اہل کوفہ کو لکھا کہ "میں نے عمار کو امیر اور ابن مسعود کو وزیر بنایا ہے اور یہ دونوں پیغمبر کے نجیب اصحاب سے ہیں" (یہاں نجیب کے لغوی معنی مراد ہیں نہ کہ اصطلاحی) صاحب تنقیح المقال سید مرتضیٰ کی کتاب امالی سے نقل کرتے ہیں کہ "عبداللہ ابن مسعود ابوذر کے جنازے میں شریک تھے اسی کی پاداش میں عثمان نے